یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

نمبر ۸ — جلد ۱۰

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۱۵ء

رمضان شوال ۱۳۳۳ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عا؍ طلباء عہ؍ غیر ممالک سے عا؍

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام صاحب پبلشر قادیان سے شائع کیا

دفتر تشحیذ الاذہان

خلاصۂ مطالب قرآن — سیٹھ الہ دین بھائی سوداگر الہ دین بلڈنگ اکسفورڈ سٹریٹ سکندر آباد دکن نے ایک انگریزی رسالہ اپنے خرچ پر چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے جسمیں قرآن شریف کی آیات متعلقہ اخلاق و بعض اہم مسائل الغیبات کا انگریزی ترجمہ دیا ہے یہ ایک کارِ خیر ہے جس کا اجر انشاء اللہ سیٹھ صاحب موصوف (جو حال ہی میں احمدی ہوئے ہیں) پائینگے۔ احباب جو انگریزوں یا انگریزی دانوں میں اسے تقسیم کرنا چاہیں وہ مندرجہ بالا پتے پر محصول ڈاک ارفی رسالہ بھیجکر منگوالیں۔

انجمن یادگار احمدؐ کا دوسرا ٹریکٹ — محبی الفاضل سید محمد اسحٰق صاحب نے گوجرانوالہ کے مباحثہ میں عیسائیوں سے کئی ایک مطالبات کئے تھے جن کی پختگی کا یہ ثبوت ہے کہ عیسائی مناظران کے جواب سے عہدہ برآنہ ہو سکا۔ یہ اکیس مطالبات ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں احباب منگوا کر مفت تقسیم کریں ایک کی قیمت ۰ ‏ دس کی ۴ پچیس کی ۸ پچاس کی ۱۴ سو کی سوا روپیہ ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

اظہارِ حقیقت — جو جوش اور اخلاص محبی اخویم قاضی فضل کریم صاحب لنڈا بازار (لاہور) کو دیا گیا وہ قابل رشک ہے، غیر مبائعین کچھ عرصہ سے حضرت مولٰنا نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ ایک خط بنام خواجہ کمال الدین صاحب کی خفیہ خفیہ اشاعت کر رہے تھے جس میں ایک فقرہ سے یہ بتایا جاتا تھا کہ سیدنا محمود کو مولٰنا مرحوم نے نالائق اور بیجا جوشیلا قرار دیا ہے اسکے جواب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک مضمون روزانہ پیسہ اخبار میں چھپوایا۔ جس میں غیر مبائعین سے چار پانچ ایسے مطالبات کئے گئے ہیں۔ جن سے انکے اعتقادات پر روشنی پڑتی ہے اور ان پر حجت ملزمہ قائم ہوتی ہے پھر اس فقرہ کا صحیح مطلب بتایا ہے جس سے مندرجہ بالا مفہوم اخذ کیا جاتا تھا۔ اس مضمون کو قاضی صاحب موصوف نے علیحدہ چھپوایا ہے ہر ایک احمدی دوست محصول ڈاک ا۔ یا۔ حسب ضرورت بھیجکر مندرجہ بالا پتہ سے مفت یہ ٹریکٹ منگوا سکتا ہے۔

البرہان — ایک شیعہ رسالہ لاہور سے شائع ہوتا ہے تازہ نمبر میں سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا ہے اسکے بودے استدلالات کو دیکھکر تعجب آتا ہے کہ اس مضمون پر کیوں ایک فاضل شیعہ کو اتنا فخر ہے تاہم میں امید کرتا ہوں کہ منشی خادم حسین صاحب نے اگر مناسب سمجھا تو اسکی طرف جلد تر توجہ فرمائینگے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۵ء

الدُّعاء

رمضان شریف ایک مبارک مہینہ ہے جسمیں دعاؤں کی قبولیت کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے دُعا کا مضمون نہایت ذوق وشوق سے مطالعہ کیا جائیگا۔ جسے میرے مخلص صمیم و محبّ قدیم مولوی غلام رسولؐ صاحب فاضل راجیکی نے لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ خوب لکھا ہے منکرانِ دُعا کے لئے علاوہ ان ثبوتوں کے جو اس دُعا میں مندرج ہیں۔ خود یہ مضمون بھی دُعا کی قبولیّت اور اس کے مفید و ذریعۂ فلاح ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ کیونکہ فاضل مضمون نگار اس مضمون کے لکھنے میں محض اپنی دعاؤں کی طفیل خدا کی طرف سے خاص طور پر مؤید ومنصور کیا گیا ہے۔

میں احباب جماعت احمدیّہ کو تاکید کرتا ہوں۔ کہ وہ اسے غور سے پڑھیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ اس کی اشاعت کریں؛

دُعا لغو اور فضول امر نہیں ہے

مسئلہ دعا گو تمام قوموں کا مسلّمہ متفقہ اور مشترکہ مسئلہ ہے لیکن افسوس کہ آج اس زمانہ میں جسطرح اور ارکانِ اسلام اور احکام ملّت کی بجاآوری سے لاپرواہی کی گئی ہے۔ اسی طرح دعا جیسی ضروری چیز کو بھی عام طور پر غیر مفید سمجھنے سے متروک کر دیا گیا۔ اور لغو اور فضول سمجھ کر پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور اگر کچھ اس کا رواج ہے بھی تو محض رسمی طور پر۔ اور وہ لوگ کہ جو دعا کو حقیقت میں دعا سمجھ کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ وہ کبریت احمر کی طرح بہت ہی کم ہیں۔ اور تعجب ہے کہ جب لوگوں کو دعا کی طرف عام طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ جب قدرت نے انسان کو اس کے فطری تقاضا کے مطابق تمام ضرورتوں کو انجام دینے سے بخوبی پورا کر سکتا ہے۔ تو پھر دعا ایک لغو اور فضول امر ہے جس کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔

کہ اس کے لئے ہر طرح کے قویٰ اور اعضاء اور روحانی و جسمانی قوتیں اور طاقتیں عطا کر دی ہیں جن سے وہ اپنی ضرورتوں م

یہ ایک سوال ہے۔ جو محض جہالت اور تجربہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جسطرح فطرت میں خالق فطرت کی طرف سے اور انواع اقسام کے تقاضے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس میں دعا کا تقاضا بھی پایا جاتا ہے۔ اور جسطرح انسان اپنے ہر ایک سکھ کے حاصل کرنے کے لئے اور ہر ایک دکھ سے بچنے کے لئے دوسرے مادی اسباب کا محتاج ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دعا کا محتاج ہے۔

صرف عقلی تدبیر کامیابی کے لئے کافی نہیں

کیا انسان کی اندھی عقل جو آسمانی روشنی کی مدد کے سوا قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے والی ہے۔ اس قابل ہے کہ دکھ اور سکھ کے موقع پر کامیابی کے اسباب کو صحیح طور پر سمجھنے اور دریافت کرنے کا دعوے کر سکے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ عقل جو روز روشن میں چلتے چلتے آگے جب راستہ کی دو تین شاخیں ہو جائیں۔ ان میں سے سیدھی شاخ کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ وہ سکھ اور دکھ کے موقع پر کامیابی کے مفید مطلب اسباب کے سمجھنے کا کیسے دعویٰ کر سکتی ہے۔ جو اپنے گوناگوں خواص اور تاثیرات کی مخفی اور پوشیدہ حالتوں کے ساتھ پردۂ غیب میں ہیں۔ ہاں عقل کو اپنی تدبیر اور تجویزوں میں اگر کوئی مرتبہ حاصل ہے۔ تو صرف رمی السہم فی الظلمات کا نہ کچھ اور۔ اور جس طرح اندھیرے میں تیر چلانے کے متعلق دعوے نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ضرور ہی یہ تیر نشانہ پر لگیگا۔ اسی طرح عقل کی کسی تدبیر اور تجویز کے متعلق بھی حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ فلاں امر کا نتیجہ عقل کی اس تدبیر اور تجویز

کے مطابق ہی ظہور پذیر ہوگا۔ پھر جب عقل اپنی تجویز اور تدبیر کے صائب اور خاطی ہونے کے متعلق بھی پورا پورا فیصلہ نہیں دے سکتی۔ جو خود اس کے اندر کا متاع اور سرمایہ ہے۔ تو خارجی اشیاء کے اندرونی حالات کے متعلق وہ کیا فیصلہ دے سکتی ہے۔ اور جب عقل کے صائب رائے ہونے کا خاص موقع جو اُسے کسی امر کی تجویز اور تدبیر کرنے میں کسی وقت میسر آجاتا ہے۔ اس کا باعث بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی اس صحیح تدبیر کے علم کو اس منبع علوم ہستی کی علمی تجلی کا اثر تسلیم کیا جائے جس کی علمی تجلیات کے فیض کے سوا عقل کا سلیم الفہم ہونا غیر ممکن ہے۔ تو اب ایسی صورت میں عقل ہی کو کیا اس امر سے انکار ہوگا۔ کہ وہ اپنے نقائص کو دور کرنے اور کسی امر کے تدبیر اور تجویز کرنے میں سلیم الفہم ہونے کے لئے اس برتر ہستی کے حضور دعا کرے۔ کہ جس کے رحمانی فیض سے کبھی کبھی بلا دعا کے بھی اتفاقی طور پر اپنی رائے میں صواب کو محسوس کر لیتی ہے۔ اور پھر جب عقل کا خطا کرنا انسان کے عاجز ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اور صواب رائے کسی دوسری ہستی کے فیض کا پتہ دیتا ہے۔ تو اب انسان باوجود اس عجز اور احتیاج کے کیا اسطرح کی شرارت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ کہ صواب رائے کی وجہ سے جو خدا تعالےٰ کا فیض ہے تکبّر کرے اور اپنے تئیں بڑا سمجھے۔ اور خطا کی وجہ سے جو اس کے عجز سے ہے۔ اس کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرنے کو غیر ضروری سمجھے۔ حالانکہ خدا تعالےٰ کا اپنی مقدس کتاب یعنی قرآن کریم میں انواع اقسام کی دعاؤں کا ذکر کرنا خود اسی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ خالق فطرت نے انسان کیلئے دعا کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور اگر انسان دعا کا محتاج نہ تھا۔ اور نہ ہی دعا کی اسے ضرورت تھی۔ تو پھر اسقدر دعاؤں کا ذکر کرنا کس غرض اور مطلب کے لئے تھا۔ بلکہ قرآن کو شروع کیا۔ تو بھی دعا سے اور ختم کیا تو بھی دعا پر۔ اور اس کے مختلف مقامات کو دیکھو۔ تو بھی دعا ہی دعا نظر آتی ہے۔ اب باوجود اس کے پھر کہا جاتا ہے۔ کہ دعا کی کیا ضرورت ہے؟ پھر پانچ وقتوں کی نماز جو در اصل دعا ہی ہے اس کا فرض قرار دینا دعا کی ضرورت کو خود ظاہر کرتا ہے۔ کہ انسان دعا کا سخت محتاج ہے۔ بلکہ اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ اپنی جسمانی غذا سے بھی بڑھ کر محتاج ہے۔ کیونکہ جسمانی غذا کے لئے تو دو تین وقت ہیں۔ لیکن دعا کے لئے جو روحانی غذا ہے۔ کم از کم پانچ وقت مقرر کئے گئے۔ پھر دعا کے متعلق فرمایا۔ قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاءکم۔ یعنی تمہاری دعا کی وجہ سے تمہاری ہمیں پرواہ ہے۔ اگر دعا نہ ہوتی۔ تو ہم کبھی بھی تمہاری پرواہ نہ کرتے۔ پس دعا وہ چیز ہے۔ کہ جس سے

انسان لاپرواہی کرکے زندہ نہیں رہ سکتا۔

محض اسباب پر بھروسہ تکبر اور جہالت کی وجہ سے ہے

خدا اپنا رحم کرے۔ زمانہ میں اس عالمگیر وبا کا اصل باعث صرف تکبّر اور جہالت اور خود روی ہے۔ اور بس۔ کس قدر افسوس ہے۔ کہ خالق پرستی کی جگہ مخلوق پرستی کو دیگئی۔ اور اسباب کو خالق الاسباب پر مقدم کیا گیا۔ اور ایک زندہ کو ایک مردہ کے لئے چھوڑا گیا۔ اور ترک کردیا گیا۔

اسباب کیا ہیں؟ ایک مردہ چیز ہے۔ جو خالق الاسباب اور مسبب الاسباب ہستی کے دست تصرف میں ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے ارادہ کے مطابق اس کی قدرت کے ماتحت اپنی تاثیرات اور خواص کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اب کیا وہ عقلمند ہوگا۔ جو پانی پلانے والے سے تو اعراض کرتا ہے اور روگردان ہے بلکن پانی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اے پانی! تو خود بخود میرے منہ تک پہنچ۔ اور میری پیاس بجھا۔ حالانکہ وہ دوسرے کے تصرف میں ہے۔ اور کیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ایک زندہ سے مانگنے سے تو شرم کی جاتی ہے۔ لیکن ایک مردہ کی بوسیدہ ہڈیوں کے آگے مشکل کشائی کے لئے ہاتھ باندھ باندھ کر چلایا جاتا ہے۔ کہ او مردے میری دستگیری کر۔ شرم اور لاپرواہی کے تو یہ معنے ہونے چاہئے تھے۔ کہ جس خدا کے حضور ہمیں دعا کیلئے کہا جاتا ہے۔ وہ چونکہ نعوذ باللہ عاجز اور ذلیل ہے اس سے دعا کرنا ہماری ذلت کا باعث ہے۔ اس لئے ہم خدا کو چھوڑ کر کسی بہتر اور برتر ہستی کے حضور گریں گے۔ جہاں گرنے سے ہماری ذلت نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ خدا کو چھوڑ کر جس چیز کے آگے گرنے کو پسند کیا جاتا ہے۔ وہ ناچیز مخلوق اور ناچیز اسباب ہیں جو اس ہستی کے تصرف تام اور اس کی قدرت کاملہ کے مقابل میں سخت حقیر اور ذلیل چیز ہیں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

دُعا نہ کرنے سے نقصان کیا ہے

پھر کہا جاتا ہے۔ اور فخر سے کہا جاتا ہے۔ کہ دعا نہ کرنے سے نقصان کیا ہے۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جسقدر اسباب کی ناموافقت سے ناکامیوں اور مصیبتوں کی صورت میں نقصان ہوگا۔ یہ سب دعا کے نہ کرنے سے ہی ہوگا کیونکہ خالق الاسباب نے

اپنے کلام یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کی دعا میں اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اسباب عالم کہ جن کا وجود انسان کے لئے علاوہ انعام کے غضب یعنی عذاب اور ضلالت یعنی ناکامی کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنے والے انسان کے لئے صرف انعام ہی انعام ہو جاتا ہے۔ اور اس کے غضب اور ضلالت کے پہلو سے جو نقصان کا پہلو ہے۔ دعا کرنے والے کو بالکل محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور جو دعا نہیں کرتا۔ اس کے لئے خطرہ ہے۔ کہ وہ علاوہ غضب اور ضلالت کے دو نقصان دہ پہلوؤں کے انعام کے تیسرے پہلو سے بھی محروم نہ رہ جائے۔ پس دعا نہ کرنے کا نقصان اس سے ظاہر ہے کہ کیا ہے اور کسقدر ہے۔

دعا کرنا موجب آرام اور دعا نہ کرنا باعث حرمان

ہاں یہ سوال کہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کہ جو دعا سے واقف بھی نہیں۔ اور نہ ہی وہ دعا کرتے ہیں۔ لیکن زندگی کو بہت ہی عمدہ آسودگی اور خوشحالی سے گذار رہے ہیں۔ لیکن برعکس اس کے بہت سے دعا کرنے والے ہیں۔ جو دکھ اور تکلیف میں زندگی کو بسر کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو دعا موجب آرام ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی دعا کا نہ کرنا باعث حرمان نعمت۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ جس چیز کا نام سکھ اور آرام ہے۔ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہے۔ نہ ظاہری اسباب کے ساتھ۔ کیونکہ بعض ایسے انسان ہیں جو باوجود مالدار اور صاحب اولاد ہونے کے ہر وقت دکھی رہتے اور بعض باوجود مفلسی کے اپنے اندر ہر وقت ایک سرور پاتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ مال اور اولاد اور ظاہر اسباب آرائش کا ہونا دنیادار کے لئے حقیقی راحت کا موجب نہیں۔ بجز اس کے کہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس کا فرمانبردار بندہ بنے۔ ورنہ دنیا کے اسباب کی لذت کسی سچی راحت کا باعث نہیں ہو سکتی۔ یہ سوال اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہستی باری کا مسئلہ غلط ہو۔ اور پھر خدا تعالےٰ کا وجود اور عدم مساوی ہو۔ اور اس کی رضا اور ناراضگی اور اس کی رحمت اور غضب ہیچ اور محض لاشے ہو۔ اور پھر دنیا ہی دنیا ہو آخرت کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو ایک کروڑپتی انسان جو اپنی زندگی کو خوراک

اور پوشاک کے لحاظ سے اور ایسا ہی مال اور اولاد کے لحاظ سے بہت ہی بڑی آسودگی اور خوشحالی کے ساتھ گذارتا ہوا نظر آرہا ہے۔ لیکن ادھر گورنمنٹ کی بغاوت اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایسا انسان اس شخص کے مقابل جو گورنمنٹ کا فرمانبردار اور اس کا وفادار مملوک ہے۔ گو دنیوی حیثیت سے مفلوک الحال ہی ہو گورنمنٹ کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے۔ پس دعا بھی جب خدا تعالےٰ کی اطاعت ہی کے نیچے ہے جیسا کہ نماز سے ظاہر ہے۔ اور جس کی پابندی پانچوں وقت ضروری قرار دیگئی ہے۔ اور جس کے قیام کے لئے حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے تاکید حکم کے الفاظ سے خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا فرض قرار دیا گیا تو اب اس تعمیل ارشاد سے انکار کرنا اور باوجود بلائے جانے کے دربار میں نہ آنا سرکشی اور نافرمانی ہی ہے جس کا نتیجہ سکھ اور آرام نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ خدا تعالےٰ کے نافرمانی کرنے والے لوگوں کو دنیوی آسائش میں آسودہ حال پاکر تعجب کرتے اور ان کی اس حالت کی تمنا کرتے ہیں۔ انہیں قارون کے اس عبرت بخش واقعہ کی طرف غور کرنا چاہئے۔ جو ذیل کے فقرات میں اللہ تعالےٰ نے سورہ قصص میں بیان فرمایا۔

فخرج علے قومہ فی زینتہٖ قال الذین یریدون الحیوٰۃ الدنیا یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظٍ عظیم۔ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللّٰہ خیر لمن آمن وعمل صالحاً ولا یلقّٰھا الا الصابرون فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃٍ ینصرونہ من دون اللّٰہ وما کان من المنتصرین واصبح الذین تمنوا مکانہ بالامس ویکأن اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدرُ لولا ان منّ اللّٰہ علینا لخسف بنا ویکأنہ لا یفلح الکافرون۔ کیا مطلب یعنی قارون اپنی قوم پر زینت کے لباس میں شان وشوکت کے ساتھ نکلا۔ تو دنیا طلبوں نے دیکھ کر کہا۔ کہ کاش! جو کچھ قارون کو دیا گیا۔ ہمیں بھی ملتا۔ بیشک قارون بہت ہی بڑے نصیب والا ہے۔ ان کے اس قول کو سنکر اہل علم لوگوں نے کہا۔ تم پر افسوس۔ مومن صالح کے لئے تو اس سے بھی بڑھ کر اجر اور ثواب ہے۔ مگر یہ بات مستقیم الاصول لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد معاً ہم نے قارون کو اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا اور غرق کر دیا

اور خدا کی اس گرفت سے اسے کوئی نہ بچا سکا۔ پھر جب صبح کے وقت قارون کے اس غرق ہونے کے واقعہ کا ان لوگوں کو علم ہوا۔ کہ جو کل کے روز قارون کی شان وشوکت کی تمنا کرتے تھے۔ تو کہنے لگے۔ کہ تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے جس کیلئے چاہتا ہے۔ رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یہ خدا کا ہی احسان ہے۔ اگر اس کا احسان نہ ہوتا۔ تو قارون کیطرح ہم بھی زمین میں غرق کر دیئے جاتے۔ تعجب ہے کہ کافر لوگ باوجود اتنی بڑی شان و شوکت کے خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اور نہ ہی انہیں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اس جگہ رزق کی تنگی فراخی کو بطور ابتلاء کے ذکر کیا ہے۔ یعنی کفار کی آسودہ حالی اور رزق کی فراخی ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں۔ کہ جس کو اصطفا کا باعث سمجھا جائے۔ بلکہ یہ ابتلاء کی صورت ہے۔ کہ آیا اس سے خدا کے شکر گذار اور مومن بندے بنتے ہیں یا ناشکر گذار اور کافر۔ پس شکر اور صبر کا امتحان اور ابتلاء نہ کسی کے فخر کا باعث ہو سکتا ہے نہ کسی کی ہتک کا۔ دنیوی نعمتیں دنیادار کے لئے زبان کان اور آنکھ کی آنی لذت اور ذوق کیطرح پائدار اور دیرپا نہیں ہوتیں۔ لیکن ایمان اور اعمال صالح کی نعمت اپنے اندر ابدی لذت کا انعام رکھتی ہے جس سے مومن انسان ہر وقت خوش رہتا ہے۔ اور اس کو خوشحالی اور لذت کے اس مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ جہاں کسی قسم کی بیماری اور علالت اور کسی قسم کا افلاس اور رفلاکت اور کسی قسم کا قتل اور ہلاکت دکھ اور تکلیف کی وجہ سے اس کے عیش کو منغص نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کی اس لذت کو کسی طرح سے دور ہی کر سکتا ہے۔ بلکہ سچا مومن کبھی ایمانی لذت سے موت کو اپنی زندگی پر اور ایک دکھ کو سکھ پر محض خدا کی رضا اور اس کی محبت کی وجہ سے اختیار کرتا ہے۔ جو دنیادار سے نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا ایمان اور اعمال صالحہ کہ جکا نتیجہ اسطرح کی ابدی لذت کی روح اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ بجز دعا کے میسر نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دعا کے متعلق آنحضرت الدعاء مخ العبادۃ فرماکر اسے عبادت کا مغز قرار دیتے ہیں۔ پس دعا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جس کے سوا انسان کا حقیقی ایمان اور حقیقی اعمال صالحہ کو حاصل کرنا مشکل اور خدا تک پہنچنا محال اور ابدی راحت اور سچی خوشحالی کو پانا نا ممکن ہے۔ پس دعا ضروری اور نہایت ہی ضروری چیز ہے۔

ادعونی استجب لکم کے کیا معنی؟

اور یہ سوال کہ دعا عام طور پر کی جاتی ہے بلکین قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ یعنی تم دعا کرو۔ میں قبول کروں گا۔ تو اب باوجود اس وعدہ کے دعا کا پھر بھی قبول نہ ہونا دو باتوں سے ضرور ایک بات کو ظاہر کرتا ہے۔ یا یہ کہ نعوذ باللہ من ذالک خدا تعالیٰ قبول دعا کے وعدہ میں تخلف کرنے والا ہے۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ کی اس امر سے قبولیت دعا مراد نہیں۔ بلکہ قبولیت عبادت مراد ہے۔ اور ادعونی کے لفظ میں دعا بمعنی عبادت ہے نہ سوال دعا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ امر اول یعنی تخلف وعدہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ پس لامحالہ امر دوم یعنی دعا بمعنی عبادت ہی مراد ہو سکتا ہے۔

اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ یہ وہی سوال ہے جو سید احمد خان نے اپنے رسالہ الاستجابت والدعا میں اٹھایا۔ اور دعا کی حقیقت صرف اسی قدر ظاہر کی۔ جو اس سوال میں پائی جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب ہمارے سید و مولی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رسالہ برکات الدعا میں بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ مفصل تحریر فرمایا ہے جس کو ناظرین سے اکثر نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ لیکن تاہم اس جگہ بھی اس کے جواب کے متعلق کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سو واضح ہو کہ دعا اپنے صحیح معنوں میں اپنے آداب کے ساتھ کبھی بھی رد نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی خیر الراحمین اور خیر المحسنین ذات جو بلا مانگے اور بلا دعا کرنے کے انواع اقسام کے احسانات سے خود بخود متمتع فرمانے والی ہے اس سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ دعا کرنیوالوں اور مانگنے والوں کو محروم کر دیگی۔ پس دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ ہاں دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جسطرح اپنے مقاصد کے حصول کے دوسرے ذرائع اور دوسرے اسباب کے بہم پہنچانے اور ترتیب دینے میں پوری پوری سعی اور کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح دعا کے ذریعہ سے جب مقاصد کو حاصل کرنا چاہے۔ تو دعا کے آداب کی بھی رعایت رکھے۔ اور جو جو شرائط دعا کے لئے ضروری قرار دیئے گئے ان کے بہم پہنچانے میں پوری پوری کوشش کرے۔ اور اگر دعا میں پوری کوشش اور پورے آداب سے کام نہ لیا جائے۔ اور بے توجہی اور بے التفاتی کے ساتھ یوں ہی قیض خاطر سے بوجھ سمجھ کر سر سے اتارا جائے۔ اور دعا کیلئے صرف اتنا ہی ظاہر کیا جائے۔ کہ یا ہاتھوں کو اٹھا دیا یا

یا منہ سے چند فقرات دعائیہ طوطے کی طرح بے سمجھے رٹ دئے۔ اور یہ شکایت کردی۔ کہ دعا تو کی جاتی ہے لیکن قبول نہیں ہوتی۔ تو دوسرے لفظوں میں گویا اس بات کا اظہار کیا۔ کہ خدا نے جیسا کہ ادعونی استجب لکم کہا ہے وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا نہیں کیا۔ بلکہ اس میں تخلف وعدہ کو کام میں لایا گیا۔

دیکھو نفس امارہ کی شرارتوں اور خباثتوں سے یہ بھی ایک کتنی بڑی شرارت اور خباثت ہے۔ کہ اپنے نفس کو حضرت رب العزت کا نقص قرار دیا اور اپنی شرارت کو حضرت سبوح اور قدوس کی تقدس مآب ذات کیطرف منسوب کردیا۔ وسبحان اللہ عما یشرکون ولکم الویل مما تصفون۔

دیکھو اس بات کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہر ایک سعی اور کوشش کا ثمرہ اسی قدر ہوگا۔ جسقدر کہ کسی نے ثمرات مقاصد کے لئے اسباب کو ترتیب دینے اور بہم پہنچانے سے اپنی سعی اور کوشش کو جاذب الفیوض اور مثمر بنایا ہو۔ اب اگر ایک شخص پیاس بجھانے کے لئے سعی تو اسباب کی صورت میں اسقدر کام میں لائے جو ایک قطرہ کی جاذب ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر اس امر کی شکایت کرے کہ کیوں قطرہ کی جگہ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا مجھے اس سعی کے مقابل نہیں دیا گیا جس سے میں سیر ہو سکتا۔ اور میری پیاس بجھ سکتی۔ جائز نہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ وہ پانی جو پندرہ ہاتھ کنواں کھودنے سے اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے۔ کوئی انسان اس کے حاصل کرنے کے لئے صرف ایک دو ہاتھ زمین کو کھود کر لوگوں سے شکایت کرنے لگے۔ کہ دیکھو میں نے ایک دو ہاتھ تک مٹی کھودنے کی محنت بھی کی۔ لیکن افسوس کہ پانی نہیں نکلا۔ کیا ایسے انسان کو ہر ایک عقلمند نادان نہیں سمجھیگا۔ اور کیا دوسر[illegible] جو پندرہ بیس ہاتھ زمین کھودنے سے کامیاب ہوئے اسے ملزم نہیں کریں گے۔ کہ تو نے پوری محنت نہیں کی۔ اور تو نے کنوئیں کے شرائط کو اداب کے ساتھ ترتیب نہیں دیا۔

پس اسی طرح دعا کے لئے ضروری ہے کہ دعا کرے تو پوری توجہ اور پورے اخلاص اور پورے اداب کے ساتھ کرے۔ پھر دیکھے کہ آیا قبول ہو کر بار آور ہوتی ہے یا نہیں۔

اور یہ پست ہمتی بلکہ بے ایمانی ہے کہ جو امر لاکھوں نبیوں اور رسولوں اور کروڑ ہا اولیاء اور اصفیاء کی متفقہ اور مسلمہ شہادت اور رؤیت سے بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہو۔ اور جس کے ثبوت کے لئے ہر زمانہ میں اہل اللہ کی تازہ شہادتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق یہ فتوے دیا جائے۔ کہ

مسئلہ قبولیت دعا بالکل خلاف واقع اور غلط محض ہے۔ پھر قرآنی احکام میں بھی تحریف کر دی کہ ادعونی استجب لکم کے حکم میں دعا بمعنی عبادت ہے۔ نہ خدا سے مانگنا۔

او پست ہمتو! اور دعا کے منکرو! تم نے کب دعا کی جو قبول نہ کی گئی۔ اور تم نے کب کھٹکھٹایا۔ جو تمہارے لئے کھولا گیا۔ اور تم نے کب مانگا۔ جو تمہیں دیا نہ گیا۔ کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ تم نے جسقدر منت اور الحاح سے دنیوی حکام کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور روئے اور چلائے کبھی اسی قدر اخلاص کے ساتھ خدا کے حضور بھی دعا کی۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کاش تم اپنے دنیوی اسباب کے بہم پہنچانے کے لئے جسقدر محنت اور سعی کرنے والے ہو۔ اس سے نصف محنت ہی خدا کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے کرتے۔ پھر دیکھتے کہ تمہارے ساتھ تمہارا مولیٰ کیا سلوک کرتا ہے۔

ہر ایک دعا قبول ہونا ضروری نہیں

اور یہ سوال کہ ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ نبیوں کی بھی بعض دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ ایسی دعا جو اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے خلاف اور امور استثنائیہ میں داخل ہے۔ ایسی دعا اگر قبول نہ ہو۔ تو جدا بات ہے۔ اور ایسی ہی وہ دعا ہے۔ کہ جس سے جہالت اور جسارت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا امتحان کرنا مقصود ہے۔ اس کا قبول کرنا خدا کی مرضی پر ہے۔ نہ ضروری۔

اور نوح علیہ السلام کی دعا کو بیٹے کے حق میں قبول نہ کرنا بیٹے کے شرک کرنے کی وجہ سے تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم کی دعا مغفرت آزر کے حق میں جو ان کا باپ تھا۔ بوجہ اس کے شرک کے قبول نہ کی گئی۔ اور جیسا آزر نے شرک کی وجہ سے اپنی نجات پتھر کے بتوں میں دیکھی۔ جو محض ضلالت اور سفاہت تھا۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کے قول لا عاصم الیوم الا من رحم ربی کے مقابل اس کے بیٹے نے ساوی الی الجبل کہکر جبل کو جو بت کے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہی تھا۔ اپنی نجات کا باعث سمجھا۔ جو محض شرک تھا۔ پس حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی دعا کا ایک مشرک کے حق میں قبول نہ ہونا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کے اصل کے نیچے تھا۔

پس اس طرح کی دعا خلاف وعدہ ہونے کے مستثنیات سے ہوتی ہے جس کی قبولیت کے لئے حکمت خداوندی اور غیرت الٰہیہ مانع ہے۔

اور اگر اتفاقی طور سے کوئی دعا بوجہ نہاں در نہاں نقائص اور مخفی در مخفی مخالف اسباب کے

نہ بھی قبول ہو۔ تو یہ امر شاذونادر اور ندرت کے لحاظ سے دعا کی عام قبولیت کی نفی کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی اس کے بازار کی رونق کو کم کر سکتا ہے۔ کیونکہ شاذونادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ جو قانون قدرت کی تمام شاخوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً دعا کے مقابل دوا اور علاج کے سلسلہ کو ہی دیکھو کہ دوا اور علاج سے سب کے سب بیمار شفایاب ہی ہوتے ہیں۔ یا اکثر کو ان سے ناکامی کے ساتھ قبر میں بھی جانا پڑتا ہے۔ پھر اسکولوں اور کالجوں کے امتحانوں کی طرف دیکھو۔ پھر ریل اور تار کے محکمہ کی طرف دیکھو۔ پھر زراعت اور باغوں کی طرف دیکھو۔ پھر ہر قسم کے مادہ کے حمل اور تولید کی طرف دیکھو۔ ان سب کے سب سلسلوں میں کم از کم دس فیصدی ضرور ہی ناکامی بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ناکامی ہر ایک سلسلہ کے کاروبار اور اس کے معاملات کے لئے مانع نہیں۔ اور نہ ہی اس کی نفی کی دلیل ہوسکتی ہے۔ پس اسی طرح دعا میں اگر بعض مخفی وجوہ اور مخالف اسباب کے نیچے قبولیت نہ بھی ہو۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہوسکتے۔ کہ ایک دو دعا کا نہ قبول ہونا ہر ایک دعا کی نفی قبولیت کی دلیل اور ثبوت ہے۔

بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے میں حکمت ہوتی ہے

پھر دعا کا باوجود اخلاص اور آداب ضروریہ کے پائے جانے کے پھر بھی قبول نہ ہونا شریعت میں ایک باطل امر نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس کو ایک معنی خیز حیثیت کا مرتبہ دیا گیا ہے۔

اور وہ اسطرح کہ کبھی دعا کرنے والا اپنی دعا سے اپنا کوئی خاص مقصد چاہتا ہے۔ لیکن اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہوتی ہے۔ تب اس کی اس دعا کے مقصد کو اس طرح سے بدل دیا جاتا ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ اسے وہ مقصد دیا جائے۔ اس کو اس نازل ہونے والی آفت سے بچایا جاتا ہے جس کے نازل ہونے کے بعد ممکن ہے کہ وہ تمنا کرتا۔ کہ کاش! میرے مقصد کی جگہ مجھے آفت سے محفوظ رکھا جاتا۔

پس ان معنوں میں دعا کبھی گناہوں کے بد نتائج سے بچانے والی ہو کر باعث مغفرت ہو جاتی ہے۔

اور کبھی انسان کی حقیقی ضرورتوں کے لحاظ سے حکمت خداوندی داعی کے مقصد کو مبدل کر دیتی ہے جس طرح ایک گرم مزاج بچہ جو شہد مانگتا ہے۔ اسے بجائے شہد کے مصری یا کوئی اور چیز دی جائے۔ یا مثلاً جیسے کہ ایک انسان چار یا پانچ روپیہ کے حصول کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور ادھر اس کے

کپڑے سب پھٹے پرانے ہیں جن کی وجہ سے وہ اسباب کا بھی سخت محتاج ہے۔ کہ اس کو کپڑے دیئے جائیں اس صورت میں حکمت خداوندی سے کبھی بجائے اس کے کہ اُسے روپیہ دیا جائے۔ کپڑے ہی دیئے جاتے ہیں۔ اب اس صورت میں گو دعا اپنے ظاہری اور معین مقصد کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی لیکن حقیقت میں ضرورت کے لحاظ سے وہ دعا ضرور قبول ہو گئی۔ پس اس صورت میں بھی کوئی سمجھدار آدمی اس امر کی شکایت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ کہ میرے مولیٰ نے دعا کو قبول نہیں فرمایا۔

پھر حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ بعض دعا کرنے والوں کی دعائیں آخرت میں حسنات اور اعمال صالح کا کام دیں گی۔ جن سے حساب کے ترازو کے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائیگا۔ سو دعا غیر مفید چیز نہیں ہو سکتی۔ اور ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں ضروری ہے کہ دعا کی حقیقت کو سمجھ کر پورے اخلاص اور پورے آداب کے ساتھ عمل میں لایا جائے۔

جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہنا ہے تو دعا کا کیا فائدہ

اور یہ سوال کہ جب جف القلم بما ھو کائن کے نیچے جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہنا ہے۔ تو پھر دعا کا کیا فائدہ؟ سو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ اگر جف القلم بما ھو کائن کا یہی مطلب ہے کہ جو معترض کی سمجھ میں آیا۔ تو چاہیئے۔ کہ وہ پھر ہر قسم کے اسباب کو استعمال کرنا چھوڑ دے۔ لیکن اگر بیماری کے وقت وہ باوجود جف القلم بما ھو کائن کے مسئلہ کو تسلیم کرنے کے علاج اور دوا سے باز نہیں رہتا۔ اور حتی الوسع اپنی تمام ضرورتوں کیلئے اسباب کو مہیا کرنے سے نہیں چوکتا۔ تو دعا کے لئے کیوں یہ بیہودہ عذر اٹھایا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ خدا پر پورا پورا ایمان نہیں اور نہ ہی اس کی معرفت ہے۔ ورنہ ایسے کلمات جو دہریت کی رگ کا نتیجہ ہیں۔ وہ ایک مومن انسان کے منہ سے کیسے نکل سکتے ہیں۔

[illegible] چاہیئے۔ کہ جیسے جف القلم بما ھو کائن کے مسئلہ نے اسباب کے مؤثر ہونے کے قانون کو باطل نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اسباب کا مؤثر ہونا خود جف القلم کے نیچے ہی قرار پایا جن سے بلحاظ اسباب کے دعا سب سے بہت بڑا اور نہایت قوی اور مؤثر سبب پیدا کیا گیا۔ کیونکہ اسباب کو اسباب سے دریافت کرنا خالق الاسباب سے دریافت کرنے کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے۔

تو اب باوجود اس صحت کے پھر دعا کو غلط قرار دینا بدیہی غلطی ہے۔

غیر اللہ سے استمداد کا فائدہ دعا کے مسئلہ کو باطل نہیں کرتا

اور یہ سوال کہ بہت سے لوگ عناصر پرستی اور سورج پرستی اور چاند پرستی اور قبر پرستی وغیرہ مخلوق پرستی کرتے ہیں۔ اور ان کی مرادیں بھی پوری ہوتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ غیر اللہ سے استمداد اور استعانت بھی واقعات مشہودہ کے لحاظ سے درست ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کا مسئلہ جیسا کہ عقل سلیم اور نقل صحیح کے برخلاف ہے۔ اسی طرح غیر اللہ سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ غلط محض ہے۔ جیسا کہ اس کا فیصلہ ہر ایک مامور من اللہ کے وقت کھلے طور سے ظہور میں آجاتا ہے۔ کہ ایک طرف اکیلا خدا پرست ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ سب اسباب اور اسباب پرست اور سب مخلوق اور مخلوق پرست۔ پھر ان دونوں سے مقابلہ کرنے کے بعد خدا پرست کا سب دنیا پر غالب آنا اور اس کے مقابل سب مخلوق کا عاجز آنا اس راز کو صفائی کے ساتھ منکشف کر دیتا ہے۔ کہ مسئلہ وہی صحیح ہے۔ جو مامور من اللہ کے قول اور فعل سے تصدیق یافتہ ہوا۔ پھر اس ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا وجود باجود ہمارے سامنے ایک زندہ اور تازہ مثال قائم کی گئی۔ جس سے سب قسم کے شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔

پھر کسی کا اسباب کے صحیح استعمال کے بعد خدا تعالیٰ کی رحیمیت یا اس کی رحمانیت کے نیچے کامیاب اور بامراد ہونے کو اپنی جہالت اور جاہلانہ خوش اعتقادی سے مخلوق پرستی اور اسکی استمداد کا نتیجہ سمجھ لینا اصل حقیقت کو باطل نہیں کر سکتا۔ بجز اس کے کہ اہل بصیرت اور محقق طبائع اسے ایسے لوگوں کی جہالت تسلیم کریں جو صحیح علم سے محروم اور عقل کے بالکل کورے ہیں۔ جیسا کہ کوئی مشرک کسان سال بھر کی محنت کے بعد خدا کی رحیمیت سے اناج کا انبار حاصل کرے۔ اور پھر اسے مشرکانہ خوش اعتقادی سے کسی بت کی طرف منسوب کر دے۔

اور یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں کئی جگہ آنحضرت سے استمداد فرمائی۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎ اے سید الورےٰ مدد وقت نصرت است

ایسا ہی حضرت سید عبد القادر صاحب فرماتے ہیں ؎ یا حبیب الالٰہ خذ بیدی۔ مالعجزی سواک مستندی۔ ایسا ہی بعض دوسرے اولیاء کرام سے ثابت ہے کہ انہوں نے

آنحضرتؐ سے یا کسی دوسرے ولی سے جو وہ بھی غیر اللہ میں داخل ہیں۔ استمداد فرمائی ہے۔

اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ استمداد غیر اللہ کا مسئلہ حقیقت میں بیشک غلط مسئلہ ہے۔ اور خدا کی مخلوق سے کوئی بھی اس قابل نہیں۔ کہ وہ مالک نفع وضرر ہونے کی وجہ سے قابل استمداد سمجھا جائے۔ لیکن با ایں ہمہ ان بزرگوں کا آنحضرت سے استمداد فرمانا اور پھر اس صورت میں استمداد فرمانا جبکہ غیر اللہ سے استمداد کرنے کا مسئلہ ان کے نزدیک خود غلط ہے اور جس سے مخلوق کو وہ خود روکتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ امر اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے جو نہایت ہی لطیف ہے اور وہ حقیقت صرف آنحضرت کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور بس۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت خاتم النبیین کی خصوصیت سے مخصوص فرمائے گئے۔ اور آپ کی خاتم النبیین ہونے کی شان اور حیثیت جو افاضہ خلق کے اعلیٰ مقام پر قائم کی گئی۔ کہ جس سے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے ارشاد کے مطابق آخر سے آخر زمانہ کی مخلوق بھی مستفیض ہونے والی ہے۔ اور پھر آپکے سوا یہ مرتبہ دنیا میں دوسرے کو نہیں دیا۔ تو اب یہ کچھ بات ہے۔ کہ جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود وغیرہ بزرگوں نے آپ سے استمداد فرمائی۔ جو خالی از حکمت نہیں۔ اور وہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود وغیرہ بزرگوں کا آنحضرت سے استمداد فرمانا غائبانہ حالت میں نہ تھا۔ بلکہ عین مشاہدہ کے وقت میں تھا۔ اور پھر مقام اتحاد کی وجہ سے جو آیات ذیل سے ثابت ہے۔ یعنی ما ینطق عن الھوے ان ھو الا وحی یوحی اور ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور ایسا ہی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی صاحب حال کا مقام اتحاد پر ہو کر مقام اتحاد کے اعلیٰ مصدر سے افاضہ اور استفاضہ کی نسبت کے ساتھ کسی امر کے لئے استدعا کرنا اور استمداد فرمانا اور پھر کسی خاص حالت میں فرمانا یہ عام حالات سے مستثنےٰ ہے اور جیسے ان بزرگوں کی اپنی خاص حالتیں عام حالتوں سے مستثنےٰ ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کے اس طرح کے واقعات بھی استثنا میں ہی داخل ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎ واللہ انی قد رأیت جمالہ۔ بعیون جسمی قاعدا بمکانی۔ یعنی میں نے آنحضرت کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی طرح آپکے دوسرے بعض خاص حالات ہیں۔ جو عام حالت پر قیاس نہیں کئے جا سکتے۔ پس آپ کا آنحضرت سے استمداد فرمانا ایک گہرے راز کی بات ہے۔ جس کی حقیقت کو عوام نہیں سمجھ سکتے۔ پھر معرفت

الٰہیہ کے ساتھ اسباب مؤثرہ اور مفیدہ سے مستفیض ہونے کو خود خدا تعالیٰ سے مستفیض ہونا یقین کرنا توحید کے منافی نہیں۔

دُعا کے معنی از روئے لغت

ہاں یہ سوال کہ انسان دعا کرے۔ تو کس طرح کرے۔ اور یہ کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور اس کے آداب کیا ہیں۔

تو اس کے جواب میں یہ عرض ہے۔ کہ ہم ذیل میں ان امور کے سمجھنے کے لئے کچھ عرض کرتے ہیں۔ اس سے سمجھ لیا جائے۔ کہ دعا کیا ہے۔ اور کس طرح کی جاتی ہے۔ اور کن آداب کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لیکن پہلے لفظ دعا کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ دعا لغت اور اصطلاح کے رُو سے کس چیز کو کہتے ہیں۔ سو واضح ہو۔

لفظ دعاء لغت میں اپنے مشتقات کے ساتھ کئی طرح کے معانی پر اطلاق پاتا ہے جن میں سے چند اقسام بطور مثال کے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) استعانت کے معنوں میں جیسے فَدَعَا رَبَّهٗ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ یعنی نوح نے اپنے ربّ سے مدد طلب کی یہ کہ میں مغلوب ہوں۔ پس میری مدد کر اور میرے دشمنوں سے انتقام لے۔ ایسا ہی وادعوا شہداء میں دعا بمعنی استعانت ہے۔

(۲) نداء کے معنوں میں جیسے یوم یدعوکم یعنی جس دن کہ پکارے گا تم کو۔ اس جگہ دعا بمعنے ندا ہے۔

(۳) عبادت کے معنوں میں جیسے ولا تدع من دون اللّٰہ مالا ینفعک ولا یضرک یعنی خدا کے سوا کسی چیز کی کہ تجھے نفع اور ضرر دینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ اس کی عبادت مت کر۔ اس جگہ دعا بمعنی عبادت ہے۔

(۴) ایمان کے معنوں میں جیسے قل مایعبأ بکم ربی لولا دعاؤکم۔ یعنی اگر تمہارا ایمان نہ ہوتا تو میرا رب تمہاری کچھ بھی پرواہ نہ کرتا۔ اس جگہ دعا بمعنی ایمان ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے بھی یہی بیان فرمایا۔

(۵) سوال کے معنوں میں جیسے کہ ادع لنا ربک یبین لنا۔ یعنی ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کر اور پوچھ دے۔ تا وہ بیان کر دے۔ واسطے ہمارے۔ اس جگہ دعا بمعنی سوال ہے۔

(۶) تسمیہ یعنی نام لیکر بلانے کے معنوں میں جیسے کہ لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضاً۔ یعنی رسول اللہ صلعم کو یا محمدؐ کے طور پر آپ کا نام لیکر مت بلاؤ۔ جیسا کہ تمہارے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ اس جگہ دعا بمعنی تسمیہ یعنی نام لیکر بلانے کے ہیں۔ ایسا ہی قل ادعوا اللہ وادعوا الرحمان میں دعا بمعنی تسمیہ ہے۔

(۷) دعوت طعام کے معنوں میں جیسے کہ اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا۔ یعنی جب تمہیں کھانا کھانے کے لئے بلایا جائے۔ تو گھر میں آجاؤ۔ پھر جب کھانا کھاچکو۔ تو اُٹھ کر چلے جاؤ۔

(۸) قول اور ذکر کے معنوں میں جیسے دعواھم فیھا سبحانک اللھم ..... وآخر دعوھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یعنی بہشتی لوگوں کا بہشت میں ذکر الہٰی کے طور پر زبان پر تسبیح اور تحمید کا قول ہوگا۔

(۹) طلب کے معنوں میں جیسے۔ ولکم فیھا ما تدعون۔ یعنی اس بہشت میں تم جو کچھ بھی طلب کروگے اور چاہوگے۔ تمہیں ملیگا۔

دعا کے بعض معانی صلہ کے لحاظ سے پائے جاتے ہیں۔ جیسے کہ بطور مثال کے چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۰۔ دعا الی کے صلہ کے ساتھ آمادہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے کہ واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ۔ یعنی (۱) اللہ تعالےٰ تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے یعنی آمادہ کرتا ہے۔ ایسا ہی رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ میں دعا آمادہ کرنے کے معنوں میں ہے۔

۱۱۔ جب لام کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو فائدہ کے معنے دیتا ہے۔ جیسے ادع لنا ربک یعنی (۲) ہمارے فائدہ کے لئے اور ہمارے بھلے کے لئے اپنے رب سے دعا کر۔

۱۲۔ جب علےٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ تو بددعا کے معنے دیتا ہے۔ (۳) جیسے دعوتُ علیہ یعنی میں نے اس پر بددعا کی۔

۱۳۔ دعا کے معنوں میں کبھی لفظ صلوٰۃ اور ذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ صلوٰۃ کی مثال

جیسے (۱) وصل علیہم ط ان صلوٰتک سکن لہم۔ یعنی اے نبی مومنوں کے لئے دعا کر۔ لاریب تیری دعا ان کی سکینت کا باعث ہے۔

۱۴۔ ذکر کی مثال جیسے واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون (۲) یعنی اللہ سے بہت بہت دعا کرو۔ تا تمھیں اپنے مقاصد میں فلاح اور کامیابی حاصل ہو۔

دعا کے معنی اسلامی اصطلاح میں

اس کے بعد اب اسلامی اصطلاح میں جو دعا کے معنی ہیں معروض کئے جاتے ہیں۔ دعا کے اصطلاحی معنی قرآن کے ان الفاظ سے خوب واضح ہوتے ہیں۔ وادعوہ خوفاً وطمعاً ان رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین۔ یعنی خواہ کوئی خوف ہو۔ کہ جس کا تم دفعیہ چاہتے ہو۔ اور خواہ کوئی صورت امید کہ جس کے حصول سے تم بامراد ہونا چاہتے ہو۔ ان دونوں صورتوں میں سے جب کوئی صورت تمہیں پیش آجائے۔ تو اس مدعا کے حصول کے لئے سب سے بڑھ کر یہی طریق ہے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ اور صرف اسی سے طلب کرو۔ پھر جب تم ایسا کروگے۔ تو لاریب خدا تعالیٰ کی رحمت جو دفع شر اور جلب خیر کے حصول مطالب کا بہت ہی بھاری ذریعہ ہے۔ وہ خلوص دل اور حضور قلب کے ساتھ دعا کرنے والوں کے بہت ہی قریب ہوگی۔ محسنین کا لفظ جو احسان سے مشتق ہے۔ حدیث احسان کے رو سے اس کا ترجمہ ہم نے حضور دل سے دعا کرنیوالے کیا ہے۔ جو زیادہ مناسب حال معلوم ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ اصطلاح میں دعا کی تعریف یہ ہے۔ کہ جس میں مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہو۔

۱۔ خوف اور طمع کا پایا جانا۔

۲۔ دعا صرف خدا کے حضور کرنا۔

۳۔ دعا تضرع اور حضور دل سے مومنانہ آداب کے ساتھ کرنا۔

دعا کی کیا ضرورت ہے

ہاں اس کے بعد جیسا کہ قبل اس کے عرض کیا گیا۔ دعا کی ضرورت کے متعلق پھر کچھ مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ انسان چونکہ انواع اقسام کی کمزوریوں اور احتیاجوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے ضرور ہے۔ کہ

وہ خوف اور طمع کی دو حالتوں میں سے کسی نہ کسی ایک حالت میں ضرور ہی پایا جائے۔ اور پھر بمقتضاء فطرت ضرور ہے۔ کہ وہ خوف کے دفعیہ اور طمع اور امید کو پورا کرنے کے لئے اسباب ضروریہ کو بہم پہنچانے کے لئے کوشش کرے۔ اور یہ بھی ضرور ہے۔ کہ وہ اپنے نقص علم اور نقص قدرت کی وجہ سے مفید اسباب کو سمجھنے اور انہیں انجام دینے میں عجز دکھائے۔ اور غلطی کھائے۔ اس لئے ضرورت پڑی کہ اس کی امداد کے لئے کوئی ایسی دستگیری کرنے والی ذات ہو۔ جو اپنے صحیح علم اور کمال قدرت کے ساتھ مفید مطلب اسباب کو مہیا کرنے سے خوف اور طمع کا کافی طور سے تدارک کر سکے۔ اور وہ ان معنوں میں صرف حضرت رب العالمین کی ذات ہے اور بس۔ پس اس وجہ سے انسان ہاں یہ عاجز اور کمزور انسان خوف اور رجا کی ہر حالت میں اس امر کا سخت محتاج ہے۔ کہ خدا کے حضور دعا کرتا رہے۔

اور اُدْعُوهُ خَوْفاً وَطَمَعاً میں لفظ خوف اور طمع کو دعا ہی کی ضرورت کا باعث قرار دیا ہے۔ گویا خوف اور طمع کی دو حالتیں انسان کے ہر وقت شامل حال اس لئے کی گئی ہیں تا وہ انسان کو دعا کرنے کے لئے ہر وقت تحریک کرتی رہیں۔ اور تا انسان کی رُوح دعا کے لئے ہر وقت آستانہ الوہیت پر گری رہے ؂

آدابُ الدُّعاء

دعا کے لئے استجابت اور ایمان کی ضرورت ہے

لیکن دعا کے لئے کچھ آداب ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کی جائے۔

(۱) یہ کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہو۔ اور اُسے اپنی ذات اور صفات اور اسماء اور افعال میں کامل اور واحد لاشریک مانتا ہو۔ اور کسی چیز کو جو اس کی مقدس شان کے منافی نہیں۔ اس کے علم تام اور کمال قدرت سے باہر نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر ایمان کے ساتھ خدا تعالے کی اطاعت کرنے والا اور صالح ہو۔ نہ نافرمانی کرنے والا۔ اور جرائم پیشہ۔ یہ اس لئے کہ قبولیت دعا کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ اور اطاعت کا ہونا ایک لازمی اور لابدی امر ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔

اذا سألك عبادی عنی فانی قریب ۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۔ یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ ہمارا رب کہاں ہے ۔ تو جواب میں کہدو ۔ کہ میں تو بہت ہی قریب ہوں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں دعا کرنیوالے کی دعا کو قبول کرتا ہوں ۔ اور پکارنے والے کی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں ۔ پس لوگوں کو چاہیئے ۔ کہ اس مطلب کے حصول کے لیئے میری فرمانبرداری کو اختیار کریں ۔ اور میرے ساتھ پورا پورا پورا ایمان لائیں ۔ تا وہ اپنے اس مطلب اور مراد میں کامیاب ہوں ۔

پس ایمان اور اطاعت قبولیت دعا کے لیئے ضروری شرط ہے اور کفر اور عصیان قبولیت دعا کے لیئے سخت روک ۔ جیسا کہ فرمایا ۔

وما دعاء الکفرین الا فی ضلل ۔ یعنی کافروں کی دعا بوجہ کفر کے ناکامی اور نامرادی میں ہے ۔ ایمان اور استجابت کی شرط کو مناسبت کے لئے قرار دیا ہے ۔ اس طرح پر کہ جب ایک شخص ایمان لاکر عقائد سے اپنی روحانی قربانی بجالاتا ہے ۔ اور استجابت یعنی اطاعت اور اعمال صالحہ سے جسمانی قربانی تو اسطرح کی قربانی اور ایثار کا لازماً یہ نتیجہ ہونا چاہیئے ۔ کہ جیسے بندہ اپنے مولیٰ کا حکم مانتا ہے ۔ اس کے مقابل اس کا مولیٰ بھی اپنے بندہ کی مومنانہ دعا سنے ۔ اور اسے قبول فرمادے ۔

گویا ماننے کو ماننے سے نسبت ہے ۔ اور کفر یعنی نا ماننے کو نہ ماننے سے اور کافر نے چونکہ کفر کی وجہ سے تعلق کو توڑنے سے وہ نسبت ہی پیدا نہیں کی ۔ اس لئے اس کی دعا کو بھی وہ شرف قبولیت عطا نہیں ہو سکتا ۔ جو مومن کی دعا کو حاصل ہوتا ہے ۔ پس ایمان اور اعمال صالحہ کی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے دعا کو قبولیت کے مدارج حاصل ہیں ۔ جتنا کوئی ایمان اور اعمال صالحہ میں ترقی کریگا ۔ اسی قدر قبولیت دعا کے لئے اہلیت پیدا کریگا ۔ اور جسقدر کوئی ضعف اور کمی میں ہوگا ۔ اتنا ہی وہ دعا میں بھی کم رہیگا ۔

دعا کیلئے تضرع اور حضورِ دل ضروری ہے

(۲) یہ کہ دعا کرنے والا تضرع اور حضور دل سے دعا کرے ۔ اس لئے کہ قبولیت دعا میں تضرع اور حضور دل کو بھی بہت کچھ دخل ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ۔

ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ انہ لا یحب المعتدین۔ یعنی اپنے رب سے دعا کرو۔ تو تضرع سے اور لوگوں سے چھپ کر کرو۔ یعنی اخلاص سے نہ ریا سے۔ اس لئے کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اعتدا سے مراد اس جگہ ریا اور شرک ہے۔ اور معتدین سے مراد مشرک اور ریاکار یعنی مشرک اور ریاکار کی دعا قبول کرنا خدا تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا یہ کام خدا کے لئے نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دکھاوے کی غرض سے ہے۔

پس دعا کے لئے تضرع[۱] اور ابتہال[۲] اور حضور دل[۳] اور اخلاص[۴] کا ہونا بہت ہی ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ تضرع اور اخلاص سے قبولیت دعا اور فیضان الٰہی کو ایک نسبت ہے۔ اسطرح پر کہ جب انسان اپنے عجز اور انکسار اور تضرع اور ابتہال سے ایک نیستی کا رنگ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ تو وہ ہستی جو اپنے فیضان کے لحاظ سے بحر محیط کی طرح ہے۔ اس نیستی کی وجہ سے داعی کو مستفیض کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ چشمہ کہ جس کی اطراف سے جب کسی طرف کو نیچا کر دیں گے۔ تو اس کی وہ پستی جو عجز و انکسار کے معنوں میں پائی جائیں گی۔ فیضان کے قبول کرنے کے لئے ایک قابلیت اور مناسبت پیدا کرلے گی۔ لیکن وہ طرف جو بجائے پست ہونے کے بلند اور اونچی پائی جائیگی۔ وہ اپنی اس بلندی کی وجہ سے جو تکبر اور خودی کے معنوں میں ہوگی۔ اس فیضان سے بوجہ نامناسبت رکھنے کے محروم رہیگی۔ اور اس سے بھی اقرب مثال انسان کے بدن اور روح کی ہے۔ اور وہ یہ کہ روح گو مجسم بینائی اور شنوائی اور مجسم گویائی ہے لیکن انسان کے بدن سے جس جس حصہ کو روح کی بینائی اور شنوائی اور گویائی وغیرہ حواس سے مناسبت ہے۔ وہی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جیسا کہ بینائی کے لئے آنکھ اور شنوائی کے لئے کان اور گویائی اور ذائقہ کے لئے زبان وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ روح سارے بدن میں ہے۔ لیکن مناسبت کے بغیر اس سے جسم کا کوئی حصہ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح فیض کی کمی بیشی استعدادوں کی کمی بیشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اب دیکھئے۔ جو فیض دریا سے ایک نہر جذب کر سکتی ہے۔ اس کے برابر ایک چھوٹی نالی یا ایک مشک یا مٹکا کیسے جذب کر سکتا ہے اسی طرح جو فیض ایک نبی کی دعا جذب کر سکتی ہے۔ عوام کی وہ ہرگز جذب نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نبی کی دعا سورج کی روشنی کی طرح یا عالمگیر بارش کی طرح ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی دعا کو

اللہ تعالےٰ نے آپکے الہام میں بارش کی طرح فیض کو جذب کرنے والی بیان فرمایا۔ جیسا کہ

خدا ابر رحمت ببارید یلنے تو در منزل ماچو بار بار آئی

کے الہام سے ظاہر ہے۔

تضرع کے کیا معنے؟ اور لفظ تضرع جو ضرع اور ضراعۃ دونوں سے مشتق ہو سکتا ہے۔ وہ خود انہی معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ضرع عربی میں پستان کو کہتے ہیں۔ اور جیسے لفظ خِلف اونٹنی کے پستانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ضرع گائے اور بکری دونوں کے پستانوں کے لئے۔ لیکن عرب جیسے لمبے پستانوں والی بکری کو شاۃٌ ضریعۃٌ بولتے ہیں۔ اسی طرح ایسی عورت کو بھی امرءۃ ضریعۃ بول لیتے ہیں۔

اب اگر تضرع کو ضرع سے سمجھا جائے۔ تو اس کے معنے ہوں گے۔ بچہ کا خواہ وہ گائے بکری کا ہو۔ خواہ انسان کا ضرع یعنی پستان کے لئے بلبلانا اور پستان سے دودھ پینے کے لئے تضرع کرنا۔ اور زاری دکہانا ایساہی تضرع کو اگر ضراعۃ سے مشتق سمجھا جائے۔ تو اس کے معنے ہوں گے۔ زاری کرنا اور اپنے تئیں درماندہ اور ذلیل دکہانا۔ اور ضرع اور ضراعۃ دونوں لفظ بجائے خود گو متبائن المفہوم ہیں۔ لیکن تضرع میں دونوں کو ایک تناسب حاصل ہے جس سے تضرع کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ بچہ کا پستانوں سے دودھ پینے کے لئے زاری کرنا۔ اور داعی لوگوں کی اصطلاح میں ایک دعا کرنے والے کا جناب الہٰی سے فیض حاصل کرنے کے لئے بچے کی طرح زاری کرنا۔ اور اپنے تئیں عاجز اور ذلیل دکہانا۔

پھر جیسے بچے کا رونا اور زاری کرنا ماں کی شفقت اور ہمدردی کو ابھارتا اور اس کے پستانوں کے دودھ کو جوش میں لاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو تضرع اور ابتہال سے دعا کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا بحر رحمت اس کے لئے جوش دکہاتا ہے۔ ولنعم ماقیل ؎

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

دعا میں بچہ کی طرح تضرع کے ساتھ خدا تعالےٰ سے فیض طلب کرنا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ کہ دعا انسان کی جسمانی غذا کے مقابل ایک قسم کی روحانی غذا ہے جس کے سوا

انسان کی روح زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر روز دعا کے لئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی گئی۔ تا انسان ان پانچ وقتوں میں نماز اور دعا کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے فیض کا دودھ بچہ کی طرح تضرع کے ساتھ حاصل کرے۔ اور اس روحانی غذا سے اپنی روحانی زندگی کو قائم کرے اور قائم رکھے ؛

خفیہ کے معنے تضرع کے ساتھ خفیہ کا لفظ اس لئے بڑھایا۔ تا خلوص اور اخلاص میں اور بھی مدد ملے۔ پھر خدا تعالےٰ کے حضور اور اس کی خلوت کے لئے خلوت ہی مناسب ہے۔ نہ جلوت اور پردۂ خفا اور باطن ہی مناسب ہے نہ ظاہر۔ کیونکہ وہ مخفی در مخفی ذات ہے جس کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے اس سے مخفی ہونا ہی مناسبت رکھتا ہے۔ پھر اس لئے بھی کہ لوگوں کے سامنے یا جلوت میں ممکن ہے کہ ریا پیدا ہو۔ یا ان کی وجہ سے توجہ الی اللہ میں نقص واقع ہو۔ اس لئے تضرع کے ساتھ خفیہ کی شرط بطور ممد اور معاون کے ہے ؛

اور نماز کے لئے جلوت کو اختیار کرنا جماعت کے حکم کی وجہ سے ہے۔ پھر یہ حکم فرائض کے لئے ہے۔ اور نوافل کے لئے زیادہ تر یہی مسنون ہے۔ کہ گھر میں پڑھیں۔ تا جلوت اور خلوت دونوں طرح کا ذکر اور دعا میسر آئے۔ پھر جلوت ترغیب کے لئے ہے۔ اور خلوت ترہیب کے لئے۔ تا جلوت سے دوسرے لوگوں کو بھی رغبت اور توجہ ہو۔ اور خلوت کے ساتھ ریا وغیرہ نقائص سے حفاظت رہے ؛

دُعا کے لئے اضطرار کی ضرورت پھر ایسا ہی دوسری جگہ اضطرار کو بھی قبولیت کے اسباب میں داخل فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا۔ امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء یعنی بھلا خدا کے سوا کوئی ہے کہ جب کوئی شخص بیقرار ہو کر اس سے دعا کرے۔ اور وہ اس بیقرار کی فریاد رسی کرے۔ اور اس کی مصیبت کو دُور کردے۔ اضطرار کا لفظ ضر سے مشتق ہے۔ اور ضر کے معنی گزند اور تکلیف کے ہیں۔ اور مضطر کے معنے گزند رسیدہ اور مصیبت زدہ کے۔

پس جو شخص مصیبت زدہ ہو کر اور بیقرار ہو کر دعا کرے۔ اس کی دعا بھی سُنی جاتی ہے

اس لئے کہ اضطرار اور بے قراری سے اخلاص اور تضرع جو قبولیت دعا کے لئے ضروری چیز ہے۔ مضطر شخص کو میسر آجاتا ہے۔

نماز کے ارکان مضطر انسان کے قلبی اضطرار کے گواہ ہیں

نماز جو عربی زبان میں صلوۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو دعا کے تمام لوازمات ادبیہ پر مشتمل ہونے سے کامل اور اکمل دعا ہے۔ اس کی صورت کو ایک مضطر انسان کے اضطرار اور بیقراری کی حالت کے نقشہ پر ہی دکھایا گیا ہے۔ اس طرح پر کہ نماز میں انسان کا کبھی کھڑے ہونا کبھی جھکنا اور کبھی زمین پر گرنا اور سربسجود ہونا اور کبھی بیٹھنا اور پھر اٹھنا یہ سب حرکات مضطرانہ حالات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ نماز پڑھنے والا نماز کو مضطرانہ حال کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ اور کوئی بات ہے۔ کہ جس کے لئے یہ بیقرار ہو رہا ہے۔

پس ضروری ہے۔ کہ نماز پڑھنے والا اپنی جسمانی حرکات سے جس طرح مضطرانہ حالت کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح اپنی روح میں مضطرانہ اور بیقراری کی کیفیت پیدا کرے تا اس کے جسم کی بے قراری اس کی رُوح کی بے قراری پر شاہد اور دال ہو۔ اور تا بموجب ارشاد امّن یجیب المضطر اذا دعاہ اس کی مضطرانہ دعا قبول ہو کر اس کے لئے مثمر اور بار آور ہو۔

دعا کی بہترین صورت نماز ہے

اور نماز کے لئے نمازی کا پاک جسم اور باوضو ہونا اور پاک لباس اور پاک جگہ ہونا اور خاص اوقات اور رُو بقبلہ ہونا دعا کے آداب کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ایک دعا کرنے والا دعا کرنے کے لئے ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ اور یہ سب آداب قبولیت دعا کے اسباب میں سے بطور ممد اور معاون کے ہیں جن میں سے جسم لباس اور جگہ کی طہارت اور پاکیزگی طہارت اور صفائی قلب کی تاکید کے لئے ہے۔ جو رُوحانی توجہ کی قوت اور اخلاص پیدا کرنے کے لئے ضروری اور بھاری ذریعہ ہے۔

تعیین اوقات

اور خاص اوقات کی تعیین قبولیت دعا کی خصوصیت کا نشان ہے۔ جو بارگاہ حدیث کی طرف سے دربار میں حاضر ہو کر کچھ مانگنے والوں کے لئے

قائم کیا گیا۔ اس طرح پر کہ ایک کریم النفس اور غنی ذات جو رحمان اور رحیم ہونے کی وجہ سے عام افاضہ کے لئے ہر وقت مستعد ہے۔ اس کا دعا کرنے والوں کو خاص آداب کے ساتھ خاص اوقات کے لئے مدعو کرنا ان کی دعا کو قبول کرنے کے لئے ہے نہ رد کرنے کے لئے۔ پس اللہ تعالےٰ گو دعا کرنے والوں کی دعا کو ہر وقت سن سکتا ہے۔ اور اس کی عام رحمت کسی کو بھی جو اس سے اخلاص کے ساتھ دعا کرے۔ محروم نہیں رکھتی۔ لیکن وہ لوگ جو اس کے بتلائے ہوئے آداب دعا کے ساتھ اس کے مقرر کردہ اوقات میں دعا کریں گے۔ ان کی دعا تو ضرور ہی قبول ہوگی۔ کیونکہ یہ امر اس کی شان کے سخت مخالف ہے۔ اور عقل ہرگز اس کو باور نہیں کرتی۔ کہ وہ ایک طرف تو اپنی رحمانیت سے لوگوں کو بے مانگے دے۔ اور بیشمار دے۔ اور دوسری طرف مانگنے والوں کو جو اسی کی ہدایت کے مطابق اور اسی کے حکم سے مانگتے ہیں۔ انہیں محروم رکھے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے نمازی کی دعا یعنی نماز قبولیت کے لحاظ سے دوسری سب دعاؤں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

کیونکہ دُوسری دعا دعا کرنے والے کی اپنی تجویز سے ہے جس کی قبولیت ضروری نہیں۔ لیکن نماز کی دعا چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تجویز شدہ ہے۔ اس لئے اس کے لئے قبولیت کا ہونا ضروری ہے اور اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ کوئی کریم النفس انسان لوگوں میں یہ اعلان کردے۔ کہ فلاں فلاں وقت میں جو شخص اس ہدایت کے مطابق ہم سے کچھ آکر مانگے۔ تو اُسے ہم ضرور دیں گے۔ لیکن جو ہمارے مقرر کردہ وقت اور مقرر کردہ ہدایت کے سوا آکر مانگے۔ تو اس کو کچھ دینا ہماری مرضی پر ہے۔ خواہ دیں۔ خواہ نہ دیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے حضور نماز کی دعا کو دُوسری دعاؤں کے مقابل ایک خاص وقعت اور خاص عزت ہے؁

رُو بہ قبلہ ہونا

اور رُو بہ قبلہ ہونا بھی اسی مدعا کے حصول کی تائید کے لئے ہے۔ کیونکہ رُو بہ قبلہ ہونے کے امر سے آمر یعنی اللہ تعالےٰ کا تصور پیدا ہوگا۔ کہ یہ حکم خدا نے دیا ہے۔ پھر کعبہ کا تصور جو مکان ہے۔ اپنے صاحب یعنی رب البیت کا تصور پیدا کریگا کہ اس پر عظمت اور پر شوکت مکان کو قائم کرنے والے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر جب انسان اپنے جسمی ابعاد ثلثہ کے لحاظ سے اس امر کے لئے مجبور ہے۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرف اپنے منہ کو ضرور رکھے۔ تو جہات ستہ میں سے بجائے اس کے کہ عبد عبادت کیلئے کوئی جہت معین کرتا

خود معبود نے ہی اپنی معبودیت کے مقتضاء سے عبد کے لئے ایک سمت معین کردی۔ تا عبد تعین جہت میں بھی خودی اور خود روی سے جو عبودیت کے مفہوم کے مخالف ہے علیحدہ رہے۔

نماز کے آداب سے اللہ کو اکبر سمجھنا بھی ہے

پھر نماز میں دعا کے آداب سے اس ادب کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ کہ دعا کرنے والا دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھے۔ اور کوئی بھی ایسی بات جو اس کی شان کے مخالف نہیں۔ اس کے آگے انہونی نہ سمجھے۔ جیسا کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔ کہ

"سچ تو یہ ہے۔ کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ مگر وہی بات جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو۔ تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو۔ جو اپنے خیال ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھتے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں۔ ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ وہ اندھے ہیں۔ نہ سوجاکھے۔ وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں۔ اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا۔ جیسا کہ ان کی حالت ہے۔ لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو۔ تو تجھے لازم ہے۔ کہ یقین رکھ۔ کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی۔ اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھیگا۔ جو ہم نے دیکھے ہیں"۔

حضرت مسیح موعود کے یہ پاک فقرات جو نقل کئے گئے۔ یہ دعا کے اسی ضروری آداب کو ظاہر کرتے ہیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ پس دعا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی کبریائی کو اس وصف کے ساتھ دل میں قائم کرنا ضروری امر ہے۔

نماز میں اللہ اکبر کہنے کی حکمتیں

اور یہی وجہ ہے۔ کہ نماز کو اللہ اکبر کے لفظ سے شروع کرنے کے لئے حکم دیا گیا جو اس امر کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ انسان اپنے دل میں اپنے علم اور معرفت کے مطابق خدا تعالیٰ کا اس کے علم اور قدرت اور اس کے افعال کے لحاظ سے جو بھی تصور کرے۔ خدا اسی قدر نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بہت ہی بڑھ کر ہے

پھر انسان جلب خیر اور دفع شر کے معنوں میں جو بھی دعا کرنا چاہے۔ اُسے بتایا گیا۔ کہ خدا صرف تیری اس قدر احتیاج کو روا کرنے کی قدرت اور اسباب رحمت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اکبر یعنی اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ کیا مطلب؟ یعنی اگر انسان اپنے فطری تقاضوں کے ماتحت دفع شر اور جلب خیر کے معنوں میں جو بھی بڑے سے بڑا مقصد اور حاجت رکھتا ہو۔ خدا اپنے پاس اس سے بھی بڑھ کر مقاصد اور حاجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے پاس سامان رحمت کے خزائن رکھتا ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اللہ کے لفظ کے ساتھ اکبر کے لفظ کو اس لئے بھی زیادہ کیا۔ کہ تا انسان علم اور معرفت کے لحاظ سے خواہ کتنی بھی ترقی کر جائے۔ لیکن خدا کو پھر بھی وہ پورے طور سے اپنے تصور میں نہیں لا سکے گا۔ بلکہ جس قدر خدا کو وہ سمجھیگا۔ اس سے وہ اپنی معرفت کا اندازہ کریگا۔ نہ خدا تعالےٰ کی ذات کا۔ کیونکہ خدا اس اندازہ سے جو اس کی معرفت سے پیدا ہوا۔ ابھی بہت بڑھ کر ہے۔ اور جتنا بھی بڑھتا جاوے وہ اس سے بھی اکبر اور بڑھ کر ہے۔

پس بلاغت کے لحاظ سے بھی اللہ اکبر کا لفظ نہایت ہی بلیغ المعنی ہے۔ کہ جیسا کہ ایک مبتدی کے لئے اللہ اکبر مکتفی ہے۔ اسی طرح ایک منتہی کے لئے بھی ویسا ہی مکتفی ہے۔ پھر اللہ اکبر میں اکبر کا لفظ استحقاق اغیار کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ان معنوں میں کہ انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ کیوں اللہ کے سوا کائنات عالم کی چیزوں میں سے کسی کے آگے دعا نہ کرے؟ تو اس کے جواب میں بتلایا گیا۔ کہ اللہ اکبر یعنی اس لئے کہ خدا سب سے بڑھ کر ہے۔ اور ہر طرح سے ہر شان میں بڑھ کر ہے۔ اسواسطے اس کی عظمت اور بزرگی اس امر کی مقتضی ہے کہ سب چیزوں پر اسی کو اختیار کیا جائے۔ پھر اس لحاظ سے بھی کہ انسان چونکہ اپنی بناوٹ اور خلقت کے لحاظ سے کائنات عالم کی تمام چیزوں کے ساتھ مناسبت رکھنے سے سب کا محتاج ہے۔ اس لئے وہ کس کس کے آگے دعا کرے گا۔ اور کس کس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا۔

پھر جبکہ کائنات عالم سے افاضہ کے لئے علم قدرت اور تصرف کے کامل اور پورے اندازے کے لحاظ سے کوئی چیز بھی کفایت کرنے والی نہیں۔ تو پھر لامحالہ اسی بزرگ ذات کے حضور دعا کرنا مناسب ٹھہرا۔ کہ جس کے کامل علم اور کامل قدرت اور کامل تصرف کے نیچے یہ تمام کائنات عالم کی چیزیں انسان کے استفاضہ کا باعث ہو رہی ہیں۔ گویا اس صورت میں کائنات عالم

کی مختلف اشیاء خدا تعالیٰ کے فیضان کی نالیاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے بحرِ رحمت سے انسان کے افاضہ کے لئے ہر آن اور ہر وقت تموج اور جوش کے ساتھ جاری وساری ہیں۔ اور سب کی کل خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں ہے جسے چاہے کھلے رکھے۔ اور جسے چاہے بند رکھے۔ اور بند کردے ؛

پس سورج۔ چاند اور ہوا۔ زمین وغیرہ سب چیزیں اس کے فیضان کی نالیاں ہیں جو انسان کی خدمات کیلئے قائم کی گئیں۔ اور جو اپنی خدمات سے انسان کو مخدوم اور اپنے تئیں انسان کا خادم کر رہی ہیں۔ اب اس صورت میں انسان کا مخدوم ہو کر ان خادموں کے آگے دست بدعا ہونا اور بھی موجب ہتک اور باعث ذلت ہے ؛

انسان دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے تو صرف خدا کے آگے!!

پس انسان دعا کیلئے ہاتھ پھیلا سکتا ہے۔ تو صرف اسی کے آگے۔ کہ جس کی مقتدر اور متصرف ذات نے کائنات عالم کی تمام چیزوں کو اس خاک کے پتلے کا خادم بنا کر اسکے سر پر اعزاز مخدومیت کا تاج رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی پاک کتاب میں انسان کو بار بار شرک سے منع کیا۔ اور فرمایا۔ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء یعنی شرک کرنے سے انسان بہت ہی بلندی سے پستی پر گرتا ہے۔ کہ گویا آسمان سے گرا۔ کیونکہ خدا کے سوا جس کو بھی معبود بنائے گا۔ وہ چیز اس کے خادموں سے کوئی خادم ہی ہوگی۔ اب جس خادم کو اس کا مخدوم بنانا بھی اس کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ اس کو معبود بنانا تو اس کے لئے اور بھی ذلت اور باعث فضیحت ہوگا۔ اس لئے انسان کو شرک سے منع کرنا گویا دوسرے لفظوں میں بطور شفقت کے اسے ذلت کے اسباب سے منع کرنا ہے۔

پس انسان دعا بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی سے نہیں مانگ سکتا۔ کیونکہ اس میں اس کی سخت ذلت اور ہتک ہے اور نہ اس کی صرف بلکہ اس طرح سے خدا تعالیٰ کی شان الوہیت پر بھی سخت حملہ ہوتا ہے کیونکہ جو چیز خود انسان کی خادم ہونے سے انسان کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اسے خدا تعالیٰ کا ہمتا بنانا اور سمجھنا کس قدر ظلم ہوگا ؛ پس انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ دعا کرے۔ تو بس خدا کے حضور ہی کرے ؛

الحمد سب دعاؤں کی جامع دعا ہے

اور گو انسانی فطرت کے مختلف تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مختلف قوموں میں اور مختلف زبانوں میں اور مختلف لفظوں میں مختلف دعائیں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ و جامع دعا ہے جو جامع کمالات نبوت اور جامع کمالات انسانی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو عطا کی گئی۔ اور وہ دعاء فاتحہ ہے۔ جو تمام قسم کی دعاؤں کے مختلف مطالب اور مختلف مقاصد پر بوجہ اپنی جامعیت اور کمال کے مشتمل اور حاوی ہے۔ اور پھر بوجہ اپنے کمال افاضہ کے ہر زمانہ میں پانچوں وقت خدا تعالیٰ کے حضور کروڑہا انسانوں کے ورد زبان ہو کر بار بار تکرار پڑھی جاتی ہے۔ دعاء فاتحہ جو بسم اللہ سے شروع ہو کر ولا الضالین پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں علاوہ دعائیہ مقاصد کے ابتداء میں قبولیت دعا کے اسباب اور اس کے طرز اور طریق کو بھی خوب بتلایا ہے۔

بسم اللہ میں آداب الدعا سکھلائے ہیں

چنانچہ ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم فرما کر آداب دعا کو سکھایا۔ کہ انسان جب دعا کرے۔ تو پہلے بسم اللہ کی تعلیم کے نیچے دل میں اس امر کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرے۔ کہ میں اس دعا کے کام کو اپنی ہوائے نفسی کے نیچے انجام نہیں دینے لگا۔ بلکہ عبودیت کی حیثیت کے ماتحت اس کام کو اللہ تعالےٰ کے اسم کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ نہ اپنے نفس کی طرف۔ اور پھر جب اس کا دعا کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہونے سے اللہ تعالےٰ کا کام ہو جائیگا۔ تو پھر اس دعا کا قبول ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں گویا انسان ہوائے نفس کے نیچے غیریت کے ساتھ اس کام کو خدا کے حضور پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ عبودیت کے نیچے عبد ہو کر خدا کے کام کو خدا کے حضور پیش کر رہا ہے۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ ایک مالک اپنی مملوک چیز کو اپنے مالکانہ تعلق کی وجہ سے رد نہ کرے۔ بلکہ قبول کرے۔ اور عبودیت کے آداب سے یہ ایک ضروری امر ہے۔ جس سے ہر ایک نیکی اور ہر ایک کام میں خواہ کیسا ہی مشکل ہو۔ قبولیت اور برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے سوا برکت حاصل کرنے کی کوئی عمدہ راہ نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فھو ابتر۔ یعنی جو کام خدا تعالےٰ کی طرف منسوب نہیں اور نہ اس کے اسم کے نیچے ہے۔ وہ برکت سے محروم ہے۔

خدا کے اسم کی طرف منسوب کرنے میں حکمت!!

پس جس کام کو خدا کے نام کی طرف منسوب کیا جائے اور اُسے خدا کی رضاء کے لئے عبودیت کے ساتھ شروع کیا جائے۔ وہ چونکہ اس عبد کا کام نہیں۔ بلکہ خدا کا کام ہے اس لئے وہ ابتر اور ادھورا نہیں رہیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی غیرت اس امر کو گوارا نہیں کرتی۔ کہ ایک کام جو اس کے نام کی طرف منسوب کیا جانے سے خود اسی کا کام قرار دیا جاتا ہے۔ وہ ابتر اور ادھورا رہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پس دعا کرنے والے کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ پہلے یہ اہتمام کرے۔ کہ اس کی دعا خدا کے اسم کے نیچے ہے یا اس کے نفس کی ہوا کے نیچے۔ اور عبودیت کے نیچے ہے۔ یا نفسانیت کے نیچے ہے۔

رحمٰن و رحیم میں کیا اشارہ ہے

پھر دُوسرا امر کہ جس کی طرف اسم رحمٰن اور اسم رحیم اشارہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دعا کے وقت پہلے خدا کے حضور خدا تعالےٰ کے رحمانی فیوض کو ذہن میں مستحضر کرے۔ تا مناسبت کی وہ کیفیت جو خالق اور مخلوق کے تعلق میں پائی جاتی ہے۔ قوت اور جوش میں آکر فیض لینے کے لئے مستعدی دکھلائے اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسم رحمٰن کو اسم رحیم سے پہلے ذکر فرمایا۔ کہ تا دعا کرنے والا رحمانیت کے فیوض پر نظر کر کے اپنے اندر یہ یقین پیدا کرے۔ کہ جو ذات بلا مانگے اور بلا محنت کرنے کے اسقدر بیشمار انعامات اور احسانات سے ممنون فرمانے والی ہے۔ اس کے حضور سے انسان دعا کرنے اور مانگنے سے کب محروم ہو سکتا ہے۔

الحمد میں کیا اشارہ ہے؟

پھر تیسرا امر کہ جس کی طرف الحمد للہ کا فقرہ اشارہ کرتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ دعا کرنے والا پہلے رحمانیت کے تمام فیوض کی وجہ سے رحمانی فیوض کے محامد کا اللہ تعالےٰ کے لئے اقرار کرے۔ اور پھر اسی طرح رحیمیت کے تمام فیوض کیلئے بھی رحیمی فیوض کے محامد کا اقرار اللہ تعالےٰ کے لئے کرے۔

اور یہ اس لئے کہ رحمانیت کے فیوض حاصلہ پر خدا تعالےٰ کے محامد کا اقرار جو ایک قسم کا شکر ہے وہ رحیمی فیوض کے حاصل ہونے کیلئے بارشاد و لئن شکرتم لا زیدنکم ایک عمدہ وسیلہ اور

بھاری ذریعہ پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر رحیمی فیوض کو جن کا حاصل کرنا دعا کرنے والے کا مدعا اور مقصد ہے۔ ان کے حصول سے پہلے وہ خدا تعالےٰ کو ان کے محامد کے ساتھ یاد کریگا۔ تو یہ اور بھی حصول مقصد کا عمدہ ذریعہ پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی شان سے یہ بعید ہے۔ کہ انسان اسے ان فیوض کے محامد کے ساتھ یاد کرے۔ جو ابھی اسے نہیں عطا کئے گئے۔ اور خدا تعالےٰ اس کے عوض میں اسے ان فیوض سے محروم فرما دے۔ پس الحمدللہ کا فقرہ رحمانیت اور رحیمیت دونوں قسم کے فیوض کو مدنظر رکھ کر پڑھنا قبولیت دعا اور حصول مقصد کیلئے مفید امر ہے۔

دُعا کے متعلق یہ چاروں صفات کیا تعلیم دیتی ہیں

پھر چوتھا امر کہ جس کی طرف رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین کے چاروں صفات اشارہ کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان چاروں صفات کے اظہار اور اقرار سے اپنے وجود پر ایک فنا طاری کرے۔ تا اس سے عبودیت حقہ کی وہ حقیقت پیدا ہو۔ جو حصول مقاصد کیلئے ضروری چیز ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ انسان جو کچھ ہے۔ ان ام الصفات کی چاروں صفتوں کے فیض کا اثر ہے۔ اور بس۔ اب جب یہ خدا تعالیٰ کے حضور ان چاروں صفات کے اظہار اور اقرار سے ان چاروں صفات کے فیوض کو ان چاروں کی طرف منسوب کردیگا۔ تو اس وقت یہ اپنی انانیت اور خودی سے بالکل باہر آجائیگا۔ اور اسوقت مرتبۂ عرفان کے نیچے یہ ایک فنا ہوگی۔ جو ہر ایک صفت کے فیض کو اپنی اپنی صفت کی طرف منسوب کرنے سے پیدا ہوگی۔ جس کے بعد ایاک نعبدُ کا قول اپنے محل پر نہایت ہی موزوں اور مناسب طور پر چسپاں ہوگا۔

اس طرح پر کہ جب انسان ایاکَ نعبدُ کہیگا ۔ کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو ضرور ہے کہ اس کا یہ قول اسوقت اپنے لئے کچھ ثبوت رکھتا ہو۔ تو اس کا ثبوت یہی ہے۔ جو اُس نے ایاکَ نعبدُ کے قول سے پہلے اپنے وجود کو ام الصفات کی چاروں صفات کے اقرار اور ان کا فیوض تسلیم کرنے سے ان کی طرف منسوب کر دیا۔ جو دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے میرا نہیں۔ بلکہ اس خدا کا ہے۔ جس نے مجھے ان صفات کے فیوض سے مستفیض فرمایا۔ اب جبکہ انسان اِیاکَ نعبدُ کے قول کو اس طرح کے اقرار کے ساتھ عرض کرے گا۔ جو ایک گونہ

شکر ہے۔ تو اس کے بعد اس کے اس شاکرانہ قول کو حصول مطلب کیلئے ایک ذریعہ بنایا جائے گا۔ اور ایسا ہی ایاک نعبدُ کے بعد ایاک نستعین کہنا حصول مدعا کیلئے اور بھی مؤید ہوگا۔ اور جیسا کہ تیسرے امر میں بیان کیا گیا۔ اسی کے مطابق اس چوتھے امر کا مقصد ہے۔ یعنی الحمد للہ کے فقرہ کو جسطرح رحمانیت فیوض حاصلہ کے ساتھ نسبت ہے۔ اسی طرح الحمد للہ کو ان چاروں صفات کے اقرار سے قول ایاک نعبدُ کے ساتھ نسبت ہے۔ پھر جسطرح الحمد للہ کے فقرہ کو رحیمیت کے فیوض کے ساتھ نسبت ہے۔ اسی طرح ان چاروں صفات کے اقرار سے الحمد للہ کو قول ایاک نستعین کے ساتھ نسبت ہے۔

گویا انسان کا ایک طرف ان چاروں صفات کا اقرار رحمانیت کے فیوض کے نیچے بطور شکر کے ہے۔ اور دوسری طرف ان چاروں صفات کا اقرار رحیمیت کے فیوض کو حاصل کرنے کے لئے بطور دعا کے ہے۔ یا قبولیت دعا کے لئے بطور ذریعہ کے۔

گویا مومن انسان جیسا کہ ایک طرف دنیوی انعامات کے لحاظ سے ان چاروں صفات کے فیوض سے مستفیض ہوتا ہے۔ ویسا ہی دوسری طرف دینی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے ان سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور ان معنوں میں گویا مومن انسان کیلئے یہ چاروں صفات دنیوی اور دینی انعامات کے لحاظ سے دگنی ہوگئیں۔ یعنی بجائے چار کے آٹھ ہوگئیں۔ جیسا کہ ان چاروں صفات کے مقابل لفظ نعبدُ اور نستعین۔ اور اِھدنا اور لفظ انعمتَ سے معبود اور مستعان۔ اور ہادی اور منعم چار صفات پیدا ہوتے ہیں جو مومن انسان کیلئے دنیوی انعامات کے لحاظ سے تو رحمانیت کے نیچے۔ ربّ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدّین کے نام کے چار صفات ہیں۔ لیکن دینی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے یہی چاروں صفات بطور افاضۂ جزاء کے۔ معبود۔ مستعان۔ ہادی اور منعم کے نام کے چار صفات ظہور فرما ہیں۔ اور اس صورت میں دوسری دنیا پر تو رب۔ رحمٰن۔ رحیم اور مالک یوم الدین کے چاروں صفات کی تجلی ایک ہی طرح کی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن مومن پر ان صفات کی تجلی دنیوی اور اخروی انعامات کے لحاظ سے دوہری ہوتی ہے۔ اور پھر جب انسان ایاک نعبدُ کی حالت کے ساتھ صفت معبود کے فیض سے ترقی کرتا ہوا انعمت علیہم تک پہنچ کر صفت منعم کے فیض سے مستفیض ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت مومن کو ان آٹھ صفات کے افاضہ سے وہ حالت اور وہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے

جب کے متعلق فرمایا گیا۔ کہ یحمل عرش ربک یومئذ ثمانیہ۔ یعنی اس دن خدا کی ربوبیت آٹھ

صفات کے افاضہ میں تجلی فرماتی ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کی تشریح

اور پانچواں امر کہ جس کی طرف فقرہ ایاک نعبدُ و ایاک نستعین اشارہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ و ایاک نستعین کہ انسان جب دعا کرے۔ تو اس کے سامنے اللہ ہی ہو۔ اور کوئی چیز نہ ہو۔ تا ایاک نعبدُ کے مخاطبہ میں صادق ٹھہرے۔ اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ جبتک انسان اور خدا کے درمیان جو کچھ بھی بطور حجاب کے ہے۔ سب کو نہ اٹھا دیا جائے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء ہے۔ اپنے مقام تقدس کے لحاظ سے کائنات عالم کی چیزوں سے بالکل الگ اور بلند تر ہے۔ اس لئے انسان کی رسائی اس کے حضور میں تب ہی ہو سکتی ہے۔ کہ جب انسان اپنی معرفت کی قوت اور بازوؤں سے اسقدر پرواز کرے۔ کہ یہ کائنات عالم کی چیزوں سے پوشیدہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ نہ کوئی اس کو دیکھے۔ اور نہ کسی کو۔ اس حالت میں یہ خدا کے حضور پہنچیگا۔ اور اپنے قول ایاک نعبدُ و ایاک نستعین میں حقیقت کے لحاظ سے صادق قرار دیا جائیگا۔ اور اس امر کی معرفت اور بصیرت حاصل کرنے کے لئے یہ طریق نہایت ہی سہل ہے۔ کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کے پیدا کرنے سے پہلے کائنات عالم کی دوسری مخلوق کو پیدا کیا۔ جو انسان کی تمام قسم کی ضروریات کو پورا کرے۔ اب اس لحاظ سے کل سب چیزیں انسان کے لئے مقام .... افاضہ پر قائم کی گئیں خدا تعالےٰ اور انسان کے درمیان میں واسطہ کی صورت میں ہیں جس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایک طرف خدا تعالیٰ کی بحر فیوض ذات ہے۔ اور دوسری طرف کائنات عالم کی سب چیزوں کے اخیر میں انسان۔

اب انسان اس افاضہ کے لحاظ سے جو سلسلۂ علت و معلول کے طور پر خدا اور انسان کے درمیان کی چیزوں کی وساطت سے انسان تک پونچتا ہے۔ اسباب پرستی کے طور پر ایاک نعبدُ و ایاک نستعین کا فقرہ منہ پر لائے۔ تو وساطت افاضہ کی تمام چیزوں سے ہر ایک چیز اپنے اپنے افاضہ کی وجہ سے اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور ہر ایک چیز اس کو معبود اور مستعان بننے کے لئے طیار ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک محجوب انسان انہی معنوں میں اس مقام پر ٹھوکر کھا کر مشرک بن جاتا ہے۔ کہ جس چیز کو مفید پایا۔ ہندوؤں کی طرح اس کے آگے سربسجود ہو گیا۔ لیکن عارف انسان کہ جس کے سامنے خدا

تک کائنات عالم کی تمام چیزیں سلسلۂ افاضہ کی صورت میں نظر آرہی ہیں۔ ہر ایک چیز کو دیکھ کر اس سے آگے گذرتا ہے۔ اور اس کے سامنے سورج آئے خواہ چاند خواہ کوئی چیز جسمانیات سے خواہ روحانیات سے کسی کے آگے بھی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا فقرہ منہ پر نہیں لاتا۔ بلکہ چاہتا ہے۔ کہ وہ حقیقی معبود اور فیضان کے اصل چشمہ پر جا پہنچے۔ اس لئے وہ ہر ایک چیز سے گذرتا ہے۔ حتیٰ کہ گذرتا گذرتا اور چلتا چلتا معرفت حقہ کے پرواز سے اس مکان پر پہنچتا ہے۔ کہ جہاں کائنات عالم کی چیزوں سے نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ مکین۔ گویا دوسرے معنوں میں وہ لامکان کے مقام میں جا مقام کرتا ہے۔ جہاں خدا تعالےٰ کی منزہ عن الجہات ذات کا ورود ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر خدا کے حضور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کہتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مومن انسان دعا اور نماز کے وقت کس بلندی اور بلند پروازی کا جانور بن جاتا ہے۔ آنحضرت نے الصلوٰۃ معراج المومن کی حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ کسقدر برکت اور رحمت ہے۔ کہ جس مقام بلند پر آنحضرت روحانی معراج کے موقع پر پہنچے۔ اس میں شریک کرنے کے لئے آپ نے نماز اور دعا کے ساتھ اپنی امت کو بھی مستفیض فرمایا۔ تاکہ پانچوں وقت وہ بھی روحانی معراج روحانی بلندیوں کی طرف پرواز کرے گویہ جدا بات ہے۔ کہ ہر ایک انسان اپنی اپنی استعداد کے مطابق پرواز کر سکتا ہے۔ اور مختلف استعدادوں کے لحاظ سے ترقی کے مختلف مدارج ہیں۔ لیکن تاہم آنحضرت کا یہ نمونہ اس عظیم الشان امر کو نصب العین قرار دیتا ہے۔ کہ جس سے بڑھ کر کوئی امر نصب العین نہیں ہو سکتا۔

پس اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کمال توحید ہے جو قبولیت دعا کا بہت ہی بھاری ذریعہ ہے۔ پھر اِیَّاکَ کی ضمیر مخاطب کو نَعْبُدُ اور نَسْتَعِیْن پر مقدم کرنا اور بھی ان معنوں کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ضمیر کو اسطرح پر مقدم کرنا ایک خصوصیت کے معنے دیتا ہے۔

پھر جسطرح اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تصدیق کیلئے الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک فرمایا گیا۔ اسی طرح اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کی تصدیق کے لئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم کی آخر تک دعا فرمائی تا اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے پہلی عبارت مومن انسان کے قول اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تصدیق کرے۔ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے بعد کی عبارت اس کے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے دعوے پر دلیل ہو۔ اور یہ اس لئے کہ تا مومن انسان اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق دکھانے کا عادی ہو جو صدق اور اخلاص کی علامت ہے ؂

اور نعبدُ اور نستعین کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا اس لئے فرمایا۔ کہ تا ایاکَ کی ضمیر کی مخاطب ذات کے سوا کائنات عالم کی تمام چیزوں کو اپنی طرح عابد اور مستعین سمجھا جائے۔ نہ معبود اور مستعان گویا دوسرے لفظوں میں معبود حقیقی کی خصوصیت کا اظہار ہے۔ اور جیسے ایاکَ کی ضمیر واحد سے توحید کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح نعبدُ و نستعین کے صیغہ جمع سے ماسوائے اللہ کے عابد اور مستعین ہونے کا اظہار کیا گیا۔ اور اگر بجائے نعبد اور نستعین کے اعبد اور استعین ہوتا۔ تو اس سے ممکن ہے۔ کہ یہ سمجھا جاتا۔ کہ ایاکَ کی ضمیر کی مخاطب ذات کا عابد اور مستعین یہی شخص ہے جو متکلم ہے۔ اور دوسری مخلوق سے شاید کئی چیزیں عابد اور مستعین نہ ہوں۔ بلکہ معبود اور مستعان ہوں۔ اس لئے جمع کا صیغہ لاکر اس امر کی توضیح کر دی۔ کہ معبود اور مستعان صرف اللہ کی ہی ذات ہے۔ اور جو اس کے سوا ہے۔ وہ سب متکلم کی طرح عابد اور مستعین ہی ہے۔ نہ معبود اور مستعان۔

نعبدُ اور نستعین کا جمع کا صیغہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ کہ عبادت اور استعانت کے لئے کسی ایک عضو اور قوت کو خاص نہ کیا جائے۔ بلکہ سب قویٰ اور اعضاء کو عبادت اور استعانت کے کام میں لایا جائے۔

نعبد اور نستعین کو مضارع کے صیغہ میں استعمال کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ عبادت اور استعانت وقتی نہ ہو۔ بلکہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے استمرار کے ساتھ ہو۔ اور ہمیشہ ہو اور دائمی ہو۔ اس کے علاوہ اور فوائد کا خاص فائدہ یہ ہے۔ کہ دعا کرنے والے کی توجہ میں فیوض اللہ کے جذب کرنے کی وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے داعی کی دعا کو قبولیت عامہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

اب اس کے بعد اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے دعائیہ فقرات فرمائے۔ کہ دعا کی جائے۔ توبوں کی جائے۔ اس دعا میں انعام[۱] ۔غضب[۲] اور ضلالت[۳] کے تین پہلوؤں کو بیان فرمایا۔ یہ اس لئے کہ کائنات عالم کی تمام چیزوں سے ہر ایک چیز انسانی استعمال کے لحاظ سے اپنے اندر تین طرح کی خاصیت رکھتی ہے۔ یا یہ کہ انسان کے لئے باعث نعمت ہو۔ یا یہ کہ باعثِ غضب ہو۔ یا یہ کہ باعث ضلالت ہو۔ باعث نعمت ہونے سے انسان کو حسنۃ فی الدنیا و

حسنتہ فی الآخرۃ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ باعث غضب ہونے سے خسر الدنیا والآخرۃ کا باعث ضلالت ہونے خسر الآخرۃ کا۔

اب جبکہ ہر ایک چیز میں یہ نافع اور مضر تین پہلو پائے جاتے ہیں۔ تو انسان اپنے نقص علم کی وجہ سے کہاں اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس چیز کے استعمال سے میں انعمت علیہم کے گروہ سے بنوں گا۔ یا المغضوب علیہم سے یا الضالین سے۔ اس لئے انسان کو اس امر کی ازبس ضرورت ہے۔ کہ وہ ہر وقت دعا میں لگا رہے۔ تا کائنات عالم کی تمام چیزیں اس کے لئے باعث نعمت اور نافع ہی نافع بن جائیں۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔ پھر یہ اس لئے بھی کہ جب انسان کو کوئی نعمت ملتی ہے یا اس پر غضب نازل ہوتا ہے۔ یا کسی طرح کی ناکامی اور نامرادی ہوتی ہے۔ تو یہ تینوں صورتیں انہی اسباب اور کائنات عالم کی چیزوں سے اس کے لئے ظہور میں آجاتی ہیں۔ اور یہ خود علیم حکیم اور قادر متصرف نہیں۔ کہ ہر ایک چیز کے مضر اور نافع پہلو کو سمجھ کر اپنی قوت سے بچ سکے۔ اس لئے حضرت خالق الاسباب اور خالق الاشیاء کی علیم ذات کے حضور دعا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور ہر وقت ضرورت ہے۔

اور دعا کرنے والا ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتے وقت جب کائنات عالم کی تمام چیزوں سے بالکل علیحدہ اور الگ ہو کر ایک لامکان کی بلندی پر خدا کے حضور اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کرتا ہے۔ تو گویا دعا سے اس بات کی استدعا کرتا ہے۔ کہ الٰہی میں تیرا عبد ہوں۔ جو صرف تیرے ہی لئے عابد اور مستعین ہو کر تیرے حضور پہنچا ہوں۔ میری دعا یہ ہے۔ کہ کائنات عالم کی تمام اشیاء کہ جن کی طرف توجہ الی اللہ سے نزول کرنے کے وقت واپس لوٹتا ہے۔ جب واپس لوٹوں۔ تو یہ سب چیزیں میرے لئے ممد اور معاون ہو کر موافقت کرنے سے باعث نعمت ہوں۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔

پھر چونکہ یہ دعا خود حضرت رب العلمین اور ملک السلطین کے دربار سے قبولیت کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے اور محض قبول فرمانے کی غرض سے اس دعا کی تعلیم دی گئی۔ اس لئے دعا کرنے والا اس سے اپنے مطلب کو پا لیتا ہے۔ اور اپنی مراد اور مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ جب دعا کرنے والا توجہ الی اللہ سے دعا کرنے کے بعد نزول کرنے سے اس عالم کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو اس دعا کی قبولیت کی برکت سے خدا تعالیٰ کے حضور سے کائنات عالم کے تمام ذرات اور تمام چیزوں کو حکم ہوتا ہے۔ کہ سب کے سب

اس کے ممد اور معاون ہو کر اس کے لئے باعث نعمت بنو۔ نہ باعث غضب اور ضلالت۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز بھی حقیقت اور معنی کے لحاظ سے اس بندہ کے لئے مضرانہ پہلو نہیں ظاہر کرتی۔ بلکہ سب کی سب چیزیں اس بندہ کی خادم اور غلام بن جاتی ہیں۔ اور جب وہ بندہ درگاہ الٰہی دربار سے رخصت ہوتا ہے۔ تو دربار سے نکلتے ہی تمام چیزیں اس کی تعظیم اور خدمت کے لئے طیار ہو جاتی ہیں؛

پھر اہدنا الصراط المستقیم کی دعا سے اس بات کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ جف القلم بما هو کائن کو جن معنوں میں لوگوں نے سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ اس دعا سے تو پتہ لگتا ہے۔ کہ ایک مغضوب علیہم اور ایک ضال انسان دعا سے منعم بن کر اپنی پہلی حالت کو بالکل بدل سکتا ہے۔ اور اہدنا میں ضمیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا عام مخلوق کی شفقت کے لحاظ سے ہے۔ تا دعا میں دوسروں کو شریک کر کے شفقت علیٰ خلق اللہ کا پہلو بھی پورا کیا جاوے؛

پھر اس لئے بھی کہ تا جماعت کی شراکت سے دعا کی قبولیت اور بھی زیادہ ہو۔ اس طرح پر کہ ممکن ہے۔ دعا کرنے والا گنہگار ہو۔ اور اپنے گناہوں کی وجہ سے قبولیت دعا کے مقام کو حاصل کرنے میں عاجز ہو۔ اس لئے جب وہ اپنی دعا میں نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے گروہ کے لوگوں کو بھی ان کی کامیابی اور ان کی ترقی کے لئے داخل کریگا۔ تو گو یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اس قابل نہیں۔ کہ اپنی کمزور دعا اور کمزور توجہ سے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے فیوض الٰہیہ کا جاذب بنے۔ لیکن ان دوسرے پاک اور بزرگ لوگوں کو جب یہ دعا میں شریک کریگا۔ تو خدا تعالےٰ ان کی خاطر اس کی دعا کو بھی ضرور قبول فرمائے گا۔ کیونکہ وہ مقبول گروہ ہے۔ کہ جن کا اللہ تعالےٰ کو بہت ہی پاس ہے۔ اس لئے جب ان مقبولوں کے حق میں دعا قبول فرمائیگا۔ تو ان مقبولوں کی برکت سے بمنطوق ارشاد هم رجال لا یشقی جلیسهم۔ اس دعا کرنے والے کی دعا کو اس کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اور رد نہیں کریگا۔

اور یہی وجہ ہے۔ کہ نماز کے لئے جماعت کا حکم ہے کہ پانچوں وقت کے فرائض کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اور جو اتقی اور اعلم اور اعرف ہونے کی وجہ سے دعا کے ذریعہ فیوض کے لئے بڑھ کر جاذب ہو۔ اُسے امامت کرنے کا حکم ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں امام کے معنے اکرمکم عند اللہ

انفاکہ کے ارشاد کے مطابق تنقضہ صفت کا انسان ہے۔

امامت اور جماعت کا مسئلہ

امامت اور جماعت کا مسئلہ اہل اسلام کے لئے ایک ضروری سبق ہے۔ جو انہیں پانچوں وقتوں میں اس امر کے لئے متنبہ کرتا ہے۔ اور توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ کبھی بھی بلا کسی امام کے زندگی بسر نہ کریں۔ اور جس مکان اور زمان میں ان کا وجود پایا جائے۔ ایک امام کی اطاعت کے نیچے ہوں۔ اس صورت میں ان کو کم از کم دو فائدے ہوں گے۔ ایک وحدت اور اتحاد کا فائدہ جو باہمی ہمدردی اور شفقت کے لئے قوی محرک اور بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دوسرا امام اور اپنے بھائیوں کی دعاؤں میں شریک ہونے کا فائدہ۔ گناہوں کی شامت سے بہت سے ایسے مصائب آمنے والے ہوتے ہیں۔ جو انسان کو تباہ و برباد کر دیں۔ لیکن محض امام اور اپنے بھائیوں کی دعاؤں کی وجہ سے وہ بلائیں اور وہ مصائب ٹل جاتے ہیں۔ اور ایسے بھائی جو حقیقی شفقت اور ہمدردی سے اپنے کسی بھائی کے لئے دعا کریں۔ وہ بجز اس کے میسر نہیں آتے۔ کہ وہ ایک ہی امام سے تعلق رکھنے سے اتحاد اور وحدت کی ایک ہی سلک میں منسلک ہوں۔ اور جن لوگوں کا کوئی امام نہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی واحد شخص کی سچی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتے ہیں۔ گو وہ بظاہر ایک ہی جگہ اکٹھے نظر کیوں نہ آئیں۔ ان میں حقیقی اتحاد اور حقیقی شفقت ہرگز نہیں پائی جاتی۔ ہاں ان کا اتحاد نما جھگٹا محض ایک بناوٹ اور تصنع ہے۔ جو صحیح معنوں میں تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی کا مصداق ہے۔

پس کسی مومن اور مسلم کا بغیر ایک امام کی اطاعت کے گذارہ بہت ہی مشکل ہے۔ اور جو لوگ شخصی اطاعت کی جگہ جمہوریت یا حریت کو پسند کرتے ہیں۔ اس کا سارا باعث خود سری اور خود ذدی اور اتباع ہوا نفس پرستی ہے۔ اور بس۔ پس جن لوگوں کو آپ کسی امام وقت کے باغی اور مخالف پائیں گے۔ وہ محض اس لئے۔ کہ وہ تکبر کی وجہ سے خود روی کو چاہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں جن معنوں میں حریت کو لیا جاتا ہے۔ وہ بجز اس کے نہیں۔ کہ ہم جو چاہیں۔ کریں۔ شراب پئیں۔ زنا کریں۔ نہ مذہب کا جوا گردن پر ہو۔ نہ سلطنت کا۔ لیکن یہ نہیں سمجھا جاتا۔ کہ اس حریت کا انجام کس بری حالت کے ساتھ تباہ کن اور بربادی بخش ہے۔

پھر جب حریت باطلہ کی یہ حقیقت ہے کہ محض خدا کی عبودیت حقہ کو ترک کر کے نفس امارہ اور

شیطان جیسے سخت دشمن کی اطاعت کے جوئے کو گردن پر اٹھایا جائے۔ تو بتاؤ نفس لا امر آزادی کہاں کی ہوئی۔ خدا کی اطاعت سے بھی بندہ ہی بنا۔ اور نفس اور شیطان کی اطاعت سے بھی بندہ ہی رہا ہاں فرق ہے تو یہ ہے۔ کہ بندۂ خدا بننے کو چھوڑ کر بندۂ نفس اور بندۂ شیطان بننے کو اختیار کیا گیا۔ تو الغرض امام کی اطاعت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور امام وقت سے علیحدگی سم قاتل ہے۔ جو ابو جہل بنا دیتی ہے۔ و نعوذ باللہ من ذلک

اِہدنا کی مزید تفسیر! ہاں پھر اِہدنا کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ کہ اِہدنا میں غیر متکلم کو جمع کے صیغہ میں لانا نعبد اور نستعین کے صیغۂ جمع کی مانند اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہادی اصل میں اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور ماسوی اللہ تمام مخلوق اس کی عابد اور مستعین اور اس کی ہدایت کی محتاج ہے۔ اور جو کچھ ہدایت وغیرہ کمالات سے کسی کے پاس ہے۔ وہ سب اسی ہادی خدا سے ہے۔ جس کے بغیر ہدایت کا حاصل ہونا ناممکن ہے ؛

دعا کا ہر ایک نبی محتاج ہے! اور اہدنا الصراط المستقیم کی دعا کا آنحضرت سے لیکر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ امتی تک عمر کے آخری وقت تک ورد کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ کوئی نبی ہو۔ یا صدیق اور کوئی شہید ہو یا صالح ہو۔ اور کوئی ادنےٰ ہو یا اعلیٰ۔ کسی امر کے نعمت غضب اور ضلالت کے تین پہلوؤں کو سمجھنے اور تمیز کرنے میں سب کے سب عاجز ہیں۔ اور سب کے سب اس بات کے محتاج ہیں۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے کسی امر کی حقیقت کو دریافت کرنے کے لئے عرض کریں۔ اور اس سے دعا کے ذریعے پوچھیں۔ اب جب آنحضرت سے لیکر ادنےٰ سے ادنےٰ امتی تک سب لوگ محتاج ہیں۔ تو کسی کا یہ کہنا کہ میں نے بجائے خود صراط مستقیم کو خوب سمجھ لیا ہے۔ یہ دعوےٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پس دعا کی انسان کو بہت ہی سخت ضرورت ہے جس کے سوا کام کا چلنا مشکل امر ہے ؛

قبولیت دعا کے دلائل۔ ہاں یہ سوال۔ کہ قبولیت دعا کے دلائل کیا ہیں۔ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ قبولیت دعا کے اس قدر دلائل ہیں۔ کہ جن کا تقریر اور تحریر میں لانا مشکل ہے۔ ہاں کچھ نمونہ کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں ؛

اوّل آپ قرآن کو ہی کھول کر دیکھو۔ کہ قرآن میں کس قدر دعاؤں کی قبولیت کے نمونے دیئے گئے۔ آدم سے غلطی ہوتی ہے۔ جبپر وہ ربنا ظلمنا کی دعا کرتے ہیں۔ اور ادھر فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم کے الفاظ سے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔ اور اس غلطی کو معاف کیا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ دعاؤں سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ اور توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی حضرت یونس کی دعا قبول ہوئی۔ اور آپ کو نجات ملی۔

پھر حضرت نوحؑ کی دعا ربّ لاتذر علے الارض من الکفرین دیارا کی طرف دیکھو۔ کہ وہ کس طرح قبول کی گئی۔ اور اسی دعا سے موذی کفار کہ جنہوں نے حضرت نوح کو بڑی بڑی تکلیف اور ایذا پہنچائی۔ پانی کے طوفان عظیم میں کس طرح غرقاب ہوگئے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک مومن کی دعا سے موذی تباہ ہوسکتے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم کی دعا رب ھب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم۔ کی طرف دیکھو۔ کہ وہ کسطرح سے قبول کی گئی۔ اور آپ کی اس دعا سے باوجود پیرانہ سالی اور آپکی بڑھیا بیوی کے خدا نے آپکے ہاں محض دعا کی برکت سے کسطرح اسمٰعیل جیسا فرزند عطا فرمایا۔ ایسا ہی حضرت زکریا کی دعا قبول ہوئی۔ اور یحییٰ پیدا ہوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دعا سے لولاد اور پاک اولاد بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ اور باوجود عدم اسباب ظاہر یہ کے پھر بھی خدا کا فضل ہوسکتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم کی دعا ربنا وابعث فیھم رسولا۔ کی طرف غور کرو۔ کہ وہ قبول ہوکر آنحضرت کی بعثت سے کسطرح سے پوری ہوئی۔ اور باوجود ایک لمبا زمانہ گذرنے کے پھر بھی قبولیت کے شرف سے مشرف ہوکر ہی رہی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مومن کی دعا اس کی نسلوں کی ہدایت کے لئے بھی قبول ہوکر ضرورت کے وقت کسی مامور کی صورت میں ضرور ہی اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی دُعا اِھدنا کا نتیجہ

پھر آنحضرت کی دعاء اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کی طرف غور کرو۔ کہ یہ دعا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود باجود کے ذریعہ کس طرح پوری ہوئی۔ الحمد کو آنحضرت کی دعا سمجھ کر اس سے میرا

یہ نتیجہ نکالنا اسطرح سے ہے۔ کہ عام مومن لوگ جب دعا فاتحہ پڑھتے ہیں۔ تو صراط الذین انعمت علیھم سے مراد پہلے منعم مراد لیکر ان کے انعامات کے لئے التدعا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ منعم گروہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح لوگ ہیں۔ جن کے جامع کمالات اور جامع برکات ہونے کے لحاظ سے سب کے سردار آنحضرت ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب آنحضرت سب سے پہلے منعموں کے سردار ہیں۔ تو آنحضرت اپنی اس دعا فاتحہ میں کون سے منعموں کا انعام طلب فرماتے تھے۔ کیونکہ پہلے منعموں کے کمالات تو آپ کو حاصل تھے۔ اس لئے اھدنا کی ضمیر جمع متکلم میں آنحضرت کی امت کو داخل سمجھ کر اس دعا کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ آپ کی دعا کا یہ مطلب تھا۔ کہ پہلے سب منعم جو ہوگذرے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کی امت کو دئے جائیں۔ اور جو جو کمالات اور برکات پہلوں کو ملے ہیں۔ وہ آنحضرت کی امت کو عطا ہوں۔ سو آنحضرت کی دعا قبول ہوئی۔ اور پہلے سب قسم کے منعموں کے کمالات اور برکات آپ کی امت کو عطا ہوئے۔ اور آپ کی دعا سے ہر صدی کے سر پر اسرائیلی نبیوں کی مانند علماء تجدیدی پیدا ہوئے۔ اور والا خرۃ خیر لک من الاولے کی بشارت کے ماتحت مسیح اور مہدی لقب کے آخری مجدد کو جری اللہ فی حلل الانبیاء کی شان میں مبعوث فرماکر پہلے سب نبیوں کے کمالات کا وارث انسان بھی آپ کی امت کو عطا کیا گیا۔

امت محمدؐ کے اولیاء بالخصوص جری اللہ فی حلل الانبیاء کی دعاؤں کی قبولیت

ایسا ہی قرآن میں دفع شر اور جلب خیر کے معنوں میں بہت سی دعائیں ہیں۔ جو قبولیت کے ساتھ اور قبولیت کے لئے ذکر کی گئیں۔ پھر امت کے اولیاء کرام کی زبان کو دعا کی قبولیت کے لحاظ سے قضاء و قدر کی طرح اٹل خیال کرتے ہیں۔ اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی قبولیت کا وہ تازہ اور زندہ نمونہ موجود ہے۔ کہ آج خیر و شر کے رنگ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ سب آپ کی دعاؤں کا ہی کرشمہ ہے آپ کی جلالی دعاؤں کا نمونہ لیکھرام کے قتل اور آتھم کی موت اور ڈوئی احمد بیگ کی ہلاکت سے ظاہر ہے۔ پھر ان لوگوں کی موت سے کہ جن کا کسی قدر نمونہ کے طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ حقیقۃ الوحی میں ذکر فرمایا۔

اور پھر آپ کے قول "ہر طرف یہ آفت جاں ہاتھ پھیلاتے کو ہے" کے مطابق دنیا میں

حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کا دوہ تازہ اور زندہ نمونہ موجود ہے کہ آج حوادث کے رنگ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب آپکی دعاؤں کا ہی کرشمہ ہے۔ آپکی جلالی دعاؤں کا نمونہ لیکھرام کے قتل اور آتہم کی موت ڈوئی اور احمد بیگ کی ہلاکت سے ظاہر ہے پھر ان لوگوں کی موت سے کہ جنکا کسیقدر نمونہ کے طور پر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح۔ حقیقۃ الوحی میں ذکر فرمایا ہے اور پھر آپکے قول "ہر طرف یہ آفت جاں تہ پھیلا نیکو ہی" کے مطابق مختلف قسم کے عذاب جو طاعون ہیضہ قحط سالی۔ زلازل اور جنگوں کی صورت میں بار بار ظہور کر رہے ہیں جنکی تفصیل اور تفصیل کے نیچے سب افراد کی تو تیس کا ذکر کہ جو آپکی جلالی دعاؤں کی قبولیت کا نشان ہے تقریر اور تحریر میں لانا مشکل اور محال ہے۔

اور آپکی جمالی دعاؤں کا نمونہ چار پانچ لاکھ انسان کی جماعت کا ہر فرد ایک زندہ نشان ہے۔ پھر آپکی بیوی اور بچے اور دوست اور انکے مشکلات کے دفعیہ کے لئے دعائیں اور برکات اور ہزاروں بیماروں کی آپکی دعاؤں سے شفا اور پھر اپنے مقدمات اور دوستوں کے مقدمات کیلئے دعاؤں سے فتوحات کا حاصل ہونا مشہور عالم نشان ہیں۔

پھر اسوقت ہمارے امام وقت کا خلیفہ ہونا آپکی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کیونکہ آپکی دعاؤں پر آپکو فضل عمر کا الہام ہوا جو حضرت خلیفہ ثانی کی خلافت سے پورا ہوا یہ آپکی دعا کی قبولیت کا نشان ہے

مسیح موعود کے خلفاء اور آپ کی جماعت کی دعاؤں کی قبولیت

پھر آپ کے بعد حضرت خلیفہ اول کی دعاؤں کی قبولیت اور حضرت خلیفہ ثانی کی دعاؤں کی قبولیت اور پھر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں احمدیوں کی دعاؤں کی قبولیت کا نمونہ اس زمانہ میں تازہ مثالیں ہیں جن سے عام لوگ واقف اور میرے خیال میں کوئی بھی ایسا احمدی نہیں ہوگا جس نے قبولیت دعا کا نمونہ اپنی دعا میں نہ پایا ہو۔

پس دعا کے دلائل واقعات مشہودہ محسوسہ سے بڑھکر اور کیا ہو سکتے ہیں والسلام مع الاکرام

غلام رسول راجیکے

مسیح بن مریم کے بعد سلسلۂ خلفاء

پہلا خلیفہ پطرس

"مولنٰنا سرور شاہ صاحب نے خطبۂ جمعہ میں فرمایا کہ حضرت مسیح کے بعد پطرس خلیفہ ہوا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اس پر ۶ جون کے پیغام میں ایک مضمون لکھا جسمیں پطرس کے خلیفہ ہونے سے انکار کیا مگر اسی ضمن میں مولنٰنا کی شان میں اسقدر گستاخیاں کی ہیں اور تمسخر اور استہزاء سے کام لیا ہے کہ ہر ایک شریف انسان کو پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے اسکے جواب میں شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم نے یہ مضمون لکھا ہے جو اپنی زبردست استدلالات کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو تہذیب سے گفتگو کرنا بھی سکھائیگا یہ مضمون ۱۳ جون کو نومسلم موصوف نے لکھکر دیا تھا افسوس ہے کہ اسقدر دیر سے شائع ہوتا ہے۔"

آپ لکھتے ہیں حضرت مسیح کے بعد پطرس تو خلیفہ ہو گئے یہ پہلا جھوٹ اور افترا ہے انجیل موجود ہے مولوی سرور شاہ بتائیں کہ کس جگہ لکھا ہے کہ پطرس خلیفہ بنگیا اور حواریوں نے اسکے ہاتھ پر بیعت کی یہ مولوی صاحبکا افترا ہے جو محض خلافت کی تائید کے لئے گھڑا گیا ہے۔

لیجئے صاحب! اب آپکی انجیل دانی کا راز ہم فاش کئے دیتے ہیں۔ لو اپنی دونوں آنکھیں کھولکر دیکھو شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ مبارک[۱] ہے تو شمعون بر یونا کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اسی پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤنگا۔ اور عالم ارواح کے

۱؎ اسجگہ یسوع نے پطرس کو مبارک کہا ہے ہم ڈاکٹر مذکور سے آئندہ کے لئے کہدیتے ہیں کہ اول وہ اپنے کسی استاد سے سیکھ لیں کہ اسجگہ پطرس کی کیا تخصیص ہے کیونکہ اصل زبان میں دو الفاظ لفظ مبارک کے واسطے اپنے اپنے موقعہ ومحل پر استعمال ہوتے ہیں۔ ایک یو لوگے منیاس اور دوسرا لولوگے تاس۔ پس خوب غور کر کے جواب دیں۔ کہ اس جگہ کون سا لفظ ہے اور کیوں ہ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دروازے اسپر غالب نہ آئینگے میں آسمان کی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دونگا اور جو کچھ تو زمین پر باندھیگا وہ آسمان پر بندھیگا اور جو کچھ تو زمین پر کھولیگا وہ آسمان پر کھلیگا متی ۱۶/۱۶ و ۱۹

اب اس عبارت سے ایک موٹی عقل والا آدمی بھی یہی سمجھ سکتا ہے کہ یسوع نے صاف کہا کہ میں اسی چٹان پر (پطرس یعنی چٹان اور پتھر) اپنی کلیسیا بناونگا اور جس طرح بموجب مکاشفہ ۱/۱۸ موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں اسی طرح پطرس کے پاس ہونگی۔

دوم یہ کہ جو کچھ پطرس زمین پر کریگا وہ آسمان پر کیا جائیگا جسکو پطرس رد کریگا اسے مسیح اور خدا باپ رد کریگا اور آسمان کے فرشتے بھی اسے فاسق و ملعون کہینگے اور جس نے پطرس کو رد کیا اسنے مسیح اور خدا باپ کو رد کیا۔

پس ہم اپنے مخاطب سے دریافت کرتے ہیں کہ خلافت کی تشریح اور توضیح اسی کو کہتے ہیں یا کہ نہیں۔ اور اگر یہ خلافت نہیں تو خلافت اور کس چیز کا نام ہے ہم متی ۱۶/۱۹ کی اور زیادہ تشریح کر دیتے ہیں اور پطرس کی تخصیص بتا دیتے ہیں۔

متی باب ۱۰/۱ یسوع نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں ناپاک روحوں پر اختیار بخشا کہ انکو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں اسکی تطبیق مرقس ۳/۱۴ اور لوقا ۶/۱ و ۹ ہے اب یہ امر ظاہر ہے کہ ان مقامات سے پطرس کی خلافت اور تخصیص کے برخلاف کوئی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ معجزات تو تمام وے لوگ جو مسیح پر ایمان لاویں دکھا سکتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ یسوع نے بارہ کو چن لیا اور پھر ان تمام نے معجزات دکھائے خلافت پطرس کے خلاف کوئی دلیل نہیں چنانچہ مرقس باب ۱۶/۱۷ میں لکھا ہے اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہونگے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالینگے نئی نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اٹھا لینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنیوالی چیز پینگے انہیں کچھ ضرر نہیں ہوگا وہ بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو اچھے ہو جائینگے اور نیز یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا بلکہ ان سے بھی بڑے بڑے کام کریگا۔ یوحنا ۱۴/۱۲ آیت

پس معجزات اور دیگر امور میں تمام شاگرد شامل ہیں اور ایماندار بھی ویسے ہی حقدار ہیں مگر کلیسیا صرف مخصوص پطرس پر مسیح نے بنائی اور یہی تخصیص اور خلافت پطرسی کی دلیل ہے۔

لیجئے ڈاکٹر حضرت! ہمنے تو صرف ایک مقام سے ہی خلافت پطرس ثابت کر دی مگر اب آپ کسی

آئندہ پرچے میں یہ رونا روتے نظر آئینگے کہ یسوع نے خود کہا اگر کوئی شخص میری خدمت کرے تو میرے پیچھے ہولے اور جہاں میں ہوں وہاں میرا خادم بھی ہوگا یوحنا ۱۲ باب ۲۶ یا یوحنا ۱۵ باب ۱۶ میں لکھا ہے کہ یسوع نے کہا تم نے مجھے نہیں چنا بلکہ میں نے تمہیں چن لیا اور تمکو مقرر کیا کہ جاکر پھل لاؤ اور تمہارا پھل قائم رہے یا متی ۱۹ باب ۲۸ میں مسیح کہتا ہے کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہولئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھکر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے مگر ہماری دلیل کو ان تمام مقامات سے کچھ ضعف نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ یسوع پر ایمان لانے والے لوگ یسوع سے بھی بڑے بڑے کام کرینگے یوحنا ۱۴ باب ۱۲ حتےٰ کہ بموجب یوحنا ۲۰ باب ۲۳ کے گناہ معاف کرنے اور بخشنے میں بھی سب شاگرد مساوی الاختیار ہیں مگر یہ ہرگز کسی اور شاگرد کی تخصیص اور فوقیت اناجیل کی رو سے ثابت نہیں ہوسکتی کہ کلیسیا کی بنیاد مسیح نے اسی پر رکھی ہو اور یہ صرف پطرس کا ہی حصہ ہے اور یہی پطرس کی تخصیص اور خلافت ہے۔

اور اگر ہمارا مخاطب ڈاکٹر مذکور انجیل کا ذرا زیادہ مطالعہ کریگا تو اسکو یہ بھی معلوم ہوجائے گا۔ کہ یسوع نے ایکدفعہ ستر شاگردوں کو اسی طرح چنا تھا اور منادی کے لئے بھیجا تھا اور بموجب لوقا ۱۰ باب ۱ کے سب کو رسول کا لقب دیا تھا مگر ہمارا مطالبہ پھر وہی ہے اور اسکا کسی پراٹسٹنٹ یا پراٹسٹنٹوں کے چیلے کے پاس ہرگز کوئی جواب نہیں ہے۔

اب ایک اور مقام ملاحظہ فرمائیے اور رشتہ گریبان میں ڈالئے اور اپنے شب و روز انجیل کے ورد کرنے پر کف تاسف ملئے۔

پطرس کا رسولی خدمت پر از سر نو مقرر ہونا

اور جب کھانا کھا چکے تو یسوع نے شمعون پطرس سے کہا اے شمعون یوحنا کے بیٹے۔ کیا تو ان سے زیادہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اس نے اس سے کہا ہاں خداوند تُو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں اس نے اس سے کہا تو میرے برّے[۱] چرا۔ اسنے دوبارہ اس سے پھر کہا۔ کہ اے

۱؎ ہمارا مخاطب لکھتا ہے پطرس اگر مسیح کا سچا حواری تھا تو موحد ہوگا اسکو تثلیث سے کیا۔ لہذا اغلب ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے کا جملہ پڑھ کر پطرس کو اور بھی بلند آواز سے تثلیثی بتایا کرے۔ اس لئے

شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ بولا ہاں خداوند۔ تو تو جانتا ہی ہے کہ میں تجھ کو عزیز رکھتا ہوں اس نے اس سے کہا تو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر۔ اس نے تیسری بار اس سے کہا اے شمعون یوحنا کے بیٹے کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہی چونکہ اس نے تیسری بار اس سے کہا کیا تو مجھے عزیز رکھتا ہے اس سبب سے پطرس نے دلگیر ہو کر اس سے کہا اے خداوند! تو تو سب کچھ جانتا ہی۔ تجھے معلوم ہی ہے کہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں یسوع نے اس سے کہا کہ تو میری بھیڑیں چرا۔ میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تو جوان تھا تو آپ ہی اپنی کمر باندھتا تھا اور جہاں چاہتا تھا پھرتا تھا مگر جب تو بوڑھا ہوگا تو اپنے ہاتھ لمبے کریگا اور دوسرا شخص تیری کمر باندھیگا۔ یوحنا کی انجیل باب ۲۱/۱۵–۱۸

ہمکو کچھ ضرورت نہیں کہ آیات مذکورہ کی خود کوئی تشریح یا تفسیر کریں کیونکہ وہ خود آپ اپنی تشریح اور تفسیر ہیں اور صاف سے صاف ہیں (بشرطیکہ پڑھنے والا کور باطن نہ ہو) پس ہم اپنے ذی علم عالم سے پوچھتے ہیں کہ اس سے زیادہ زوردار الفاظ لانا جن سے پطرس کی تخصیص اور خلافت ثابت ہو سکے۔ ممکن ہیں ہرگز نہیں پس اگر آپ نے اب کسی دوسری جگہ کسی دیگر حواری کے واسطے از سر نو رسولی خدمت پر مقرر ہونا ثابت نہ کیا تو وہ جو کچھ آپ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کے حق میں لکھ چکے ہیں۔ آپ پر صادق آئیگا گویا وہ معزز القاب آپ نے صرف اپنے لئے خود منتخب کر کے ہمارا ہاتھ بٹایا جزاکم اللہ احسن الجزا۔

غور کا مقام ہے کہ یسوع مسیح اس تقریر کے عین بعد بقول اناجیل نویساں آسمان پر صعود کر نیوالا ہی صرف پطرس کو از سر نو رسولی خدمت پر مقرر کر کے اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی اسکے سپرد کرتا ہے اور پھر ساتھ ہی جوانی اور بڑھاپے کی مثال پیش کر کے تمام منکرین کی زبان بند کرتا ہے پس اگر یہ خلافت نہیں۔ تو پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) ہم اسکو سمجھائے دیتے ہیں کہ یہ ایک عام محاورہ ہے چنانچہ یہی فقرہ یوحنا نمبر ۱ باب ۲ میں تمام ایمانداروں کے واسطے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اگر آپ کو دعوے ہے کہ پطرس اور دیگر حواری موجودہ انجیل کی رو سے تثلیثی تھے تو ذرا ہمارے مضمون الوہیت مسیح کا جو جنوری۔ فروری۔ مئی ۱۹۱۵ء کے تین نمبروں میں رسالہ ریویو میں شائع ہوا غور سے پڑھکر جواب دیں اور ہمنے اسمیں تمام دلائل دربارہ اثبات الوہیت مسیح جو اہل تثلیث کے علماء و فضلاء پیش کیا کرتے ہیں تحریر کر دیئے ہیں اور پھر انکا رد ایسے طریق سے کر کے دکھایا ہی کہ آپکو یا آپکے کسی استاد کو ہرگز ایسا طریق کبھی نصیب نہیں ہوا۔

خلافت کی تشریح کے واسطے کسی ہسکالا بن رکھنے والے لیکچرار کے لیکچر کی کیا ضرورت ہے؟ اور کس طرح اس لیکچر سے کوئی ثابت کرسکے گا۔

پس ہم صرف ان ہر دو مقامات سے ہی آپکی مدعا کی بطالت ثابت کرچکے ہیں اور ہم کو کچھ ضرورت نہیں کہ آپکے دیگر تمام اوہام کی بھی جو افسانہ کذب پر مبنی ہیں تردید کریں مگر صرف ناظرین پر یہ بات ظاہر کرنے کے واسطے کہ آپ دین مسیحی سے ناواقف اور نابلد ہونیکے باوجود ہمہ دانی کے مدعی ہیں۔ آپکے چند خرافات کو اہل نظر کی نظروں کے سلسنے رکھدیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آپنے خلافت حقہ مسیح موعود قادیانی کے خلاف کیا حال کیا کچھ ہمت کی ہے اور اس کمال میں آپکو کیا ید طولیٰ حاصل ہے۔

آپ لکھتے ہیں "کیونکہ پوپ پطرس کی گدی پر ہی بیٹھنے کے مدعی ہیں انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ پوپوں کی گدی دراصل مسیح کی خلافت نہیں بلکہ پولوس کی ہے ابتدا سے ہی تمام پوپ پولوسی مذہب کی تعلیم کی ہی اشاعت و ترویج کرتے رہے ہیں اور پطرس بیچارے سے نسبت تو صرف بہشت کی کنجیوں کے وارث بننے کے لئے پیدا کی گئی ہے" اس سے آگے لکھتے ہیں "وہ یہی یعقوب جو غیر قوموں سے شریعت کا بوجھ ہٹا رہا ہے اور جس کا مثیل میاں محمود کو مولوی صاحب بنانا چاہتے ہیں خدا جانے مولٰنا نے کیا سوچا جو یعقوب کو اس مماثلت کے لئے پسند کیا۔ ورنہ انجیل میں تو پطرس کے بعد پولوس ہی نظر آتا ہے جس نے ایسے کارنمایاں کرکے دکھائے ہیں کہ مسیحی مذہب کی کایا ہی پلٹ کردی اور لفظ پرستی اختیار کرکے اور مجاز کو حقیقت کا جامہ پہنا کے مسیح کی شان میں خوب غلو کیا اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی" یہ دلیل انجیل دانی اور تاریخ دانی پر شاہد ناطق ہے اور آپکے مسیحی مذہب کے عالم متبحر ہونے پر دال ہے۔

کیوں جی! حضرت! ڈاکٹر! صاحب!!! اور وہ سب کچھ جو آپ مولوی سرور شاہ صاحب کو کہہ چکے ہیں کس سند پر آپنے یہ لکھدیا "ورنہ انجیل میں تو پطرس کے بعد پولوس ہی نظر آتا ہے"۔

بتلائے کس وقت پطرس کے بعد پولوس نے ایسے کارنمایاں کئے اور کس وقت مسیح کی شان میں غلو کیا انجیل کے کون سے مقام کی رُو سے آپنے اپنا یہ استدلال صحیح ظاہر فرمایا۔ آپنے کس تاریخ کی کتاب میں مطالعہ کیا کہ پطرس کے بعد پولوس نے یہ کام کئے اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔ کن وقتوں میں جماعت کی کثرت اپنی طرف کرلی۔

اگر آپ یہ دلیل نہ لکھتے تو میری حیرت و قعت نہ ہوتی کہ پیام پارٹی میں یہ اسسٹنٹ سرجن کیسا

ناظرین پر واضح ہو کہ اس اتنی بڑی علمیت کے مدعی کو تا حال یہ بھی معلوم نہیں کہ پطرس کس وقت فوت ہؤا۔ اور پولوس کب کون پہلے فوت ہؤا دوسرا کتنے سال بعد ہم آج اسکو بتائے دیتے ہیں۔ تا پھر ایسی بیہودہ دلیل اسکی زبان سے نہ سنیں۔

بھلا اس بیچارے کو کیا معلوم کہ تمام عیسائی مؤرخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پطرس مسیح کا خلیفہ اول ۶۷ء میں شہید ہؤا۔ اور پولوس رسول ۶۳ء یا ۶۶ء میں پطرس سے چند ماہ پہلے شہر روم میں ہی شہید کیا گیا۔ چنانچہ کلیسیا کی تواریخ ریونڈ جیمز جی ڈی ڈی مصنفہ مترجمہ پادری ای۔ ایم ویری صاحب ڈی ڈی کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ رومی اسقفوں کا ذکر تواریخ میں نہیں ملتا بیشتر وفات پولوس رسول کی جو ۶۳ء یا ۶۶ء میں ہوئی اور گمان غالب ہے کہ پطرس بھی ۶۷ء میں شہر روم میں شہید ہؤا اور نیز صفحہ ۲۴ و ۲۵ بھی ملاحظہ ہو۔

پس ہم کہتے ہیں کیوں آپنے ہمہ دانی کا اتنا بڑا دعوے کیا اور کیوں مخار ہوئے اب اپنی اس بیعلمی کا لوگوں کو کیا جواب دو گے غالباً کہدو گے کہ ہماری مراد اس سے یہ نہ تھی کہ پطرس کے بعد پولوس نے ایسا کیا۔ بلکہ پطرس کی عین حیات میں ہی اسنے ایسا کیا مگر پھر دکھانا پڑیگا کہ کس سنہ میں ایسا کیا اور جماعت کی کثرت اپنی طرف کر لی مگر آپ کی مجال نہیں کہ یہ تاویل کر سکیں کیونکہ آپنے خود ہی تشریحاً تحریر فرماتے ہوئے اس تاویل کی راہ ماردی اور یہ کیوں یہ اسلئے کہ اس مضمون کے لکھتے وقت آپکے سر پر بے علمی کا ایک جن چڑھا ہؤا تھا اور اس تمام ساختہ پرداختہ کے وہی حضرت پڑھے جن جوابدہ ہیں۔

ایسے شخص کی جو مسیحی مذہب سے بکلی بے بہرہ اور بے علم ہے زیادہ تردید کرتے ہوئے ہمیں خود افسوس آتا ہے مگر اتمام حجت کے واسطے ہم اسکی بے علمی کو اور بھی فاش کئے دیتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں یہ کہاں لکھا ہے کہ پطرس کے مرنیکے بعد یعقوب خلیفہ ہؤا ڈاکٹر صاحب نے بالکل غور نہیں کیا اگر وہ اپنے تحریر کردہ مقام اعمال ۱۵/۱۳ سے ذرا پہلے کی چند آیات مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہو گیا ہوتا کہ ان کا پولوس پطرس کے بعد والا فینکے اور سامریہ کے بیچ سے چل کر پطرس کے پاس فتوی لینے کے واسطے آتا ہے اور پطرس کے تقریر کر چکنے کے بعد یعقوب رسول کی پیش کردہ تجویز کو پطرس خلیفہ وقت اور پولوس رسول ہر دو نے تسلیم کر لیا ہے پس اگر یعقوب معزز اور باوقعت شخص نہ تھا۔ تو اور کیا تھا؟

اور آپکو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ جلسہ کس سن میں ہوا مگر خیر ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں تا آپ غور کریں یہ جلسہ ۵۰ سنہ یا ۵۱ سنہ میں منعقد ہوا کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۲۱ - اور ۶۳ سنہ یا ۶۷ سنہ میں پولوس شہید ہوا - اور ۶۷ سنہ میں ہی پولوس کے چندماہ بعد پطرس بھی شہید کیا گیا اور باقی رسولوں کی نسبت تواریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ انکی نسبت بہت تھوڑی خبر ملتی ہے کہا جاتا ہے کہ وہ عرب حبشستان فارس ہند اور کئی اور ممالک میں انجیل کی خوشخبری سناتے رہے کلیسیا کی تواریخ صفحہ ۴۳ مگر صرف یعقوب اور یوحنا کی نسبت لکھا ہے کہ یوحنا رسول کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ اسنے بہت برسوں تک خداوند کی ماں کو پسرانہ محبت کے ساتھ شہر یروشلم میں اپنے پاس رکھا دیکھو یوحنا ۲۶/۱۹ و ۲۰/۲۱ اور ۲۳/۱۳ کے یوحنا رسول مسیح کا پیارا شاگرد تھا اور یہ یعقوب اسکا بھائی ہے مسیح یسوع کے ساتھ ہر وقت یہی تین شاگرد یعنی پطرس یعقوب اور یوحنا ہی رہے دیکھو لوقا ۵۱/۸ و ۲۸/۹ و متی ۱/۱۷ و مرقس ۳۳/۱۴ اور متی ۳۷/۲۶ لیکن جب مریم مرگئی وہ شہر افسس میں بود و باش رکھنے لگا اور وہیں موت تک ان کلیساؤں کی خبر لی جن کی بنیاد پولوس نے ڈالی تھی۔

اور یعقوب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ یروشلم کا اسقف مقرر ہوا لیکن جب یعقوب نے وفات پائی کلیوپاس کا بیٹا شمعون یروشلم کی کلیسیا کا اسقف مقرر ہوا پھر نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب کا راولپنڈی سے چیخنا چلانا چہ معنے دارد بھلا انکو کون سمجھائے کہ حضرت! یروشلم میں ہی پطرس خلیفہ یا اسقف مقرر ہوا تھا۔ اعمال ۱۵/۱ یروشلم میں ہی پطرس نے متھیاہ کو رسولی خدمت پر مامور کیا تھا۔ اعمال ۱۴/۲ یروشلم میں ہی پطرس نے پہلے خلافت کے زمانہ میں وعظ کیا تھا۔ اعمال ۱/۳ یروشلم میں ہی اول لنگڑے والا معجزہ پطرس رسول سے ظاہر ہوا تھا اعمال ۴/۴ یروشلم میں ہی تین ہزار آدمیوں نے اول پطرس سے بپتسمہ حاصل کیا تھا اعمال ۴۱/۲ پس یروشلم میں ہی پطرس کے بعد کا اسقف اسکا جانشین سمجھا جاتا ہے جو یعقوب ہوا اور یعقوب رسول ہی وہ رسول ہے جس کا نام پطرس اور پولوس تمام شاگردوں سے پہلے لیا کرتے تھے چنانچہ پطرس نے جب ایک دفعہ مخالفین کے ڈر سے ہجرت اختیار کی تو سب سے پہلے یعقوب کو مطلع کرنا ضروری خیال کیا چنانچہ فرمایا یعقوب اور بھائیوں کو خبر کر دینا اعمال ۱۷/۱۲ اور پولوس نے بھی جب کبھی ذکر کیا تمام رسولوں کے نام سے پہلے یعقوب ہی کا نام ادب سے لیا ۱ کرنتھیوں ۷/۱۵ تطبیق کرو دیگر مقامات سے پس ہمنے ثابت کر دیا اور نہایت واضح دلائل سے ظاہر کر دیا کہ پطرس کے بعد یعقوب ہی یروشلم کا اسقف مقرر ہوا۔ اب آپ کا حق ہے کہ اسپر کچھ اور لکھکر اپنی اور زیادہ بےعلمی کا ثبوت دیں ہم تغییر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں پھر ڈاکٹر مذکور مولانا سرور شاہ کا یہ فقرہ نقل کرکے "اس انجمن نے کہا غیر اقوام میں تبلیغ کرنی چاہیئے

تو پطرس جو کہ حضرت مسیح کا خلیفہ تھا اسنے کہا کہ تبلیغ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں میں ہونی چاہیئے کیونکہ مسیح صرف انہیں کے لئے آیا تھا۔ ہمیں باہر نہیں جانا چاہئیے" لکھتا ہے کہ لاحول ولاقوۃ (آپکی زبان پر یہ لاحول کیسے آیا) اللہ اللہ جمعہ کا خطبہ اور یہ جھوٹ رسولوں کے اعمال پڑھو۔

بھلا اس شخص سے کوئی پوچھے کہ رسولوں کے اعمال[۱] کی چند آیات تمنے کس اُستاد سے پڑھی تھیں جس نے آپکو بتایا تھا کہ پطرس نے کبھی کسی وقت میں غیر اقوام میں تبلیغ کرنے سے منع نہیں کیا پھر اسنے کس سے پڑھا کہ رسولوں کے اعمال کس سن میں لکھے گئے اور پطرس نے کبھی ایسا نہیں کہا اور ہرگز نہیں کیا اسنے یہ سمجھا۔ کہ مسیحیت کی تمام مذہبی کتب احمدیہ بلڈنگس کی کسی الماری میں مقفل بند کر رکھی ہیں اور ضرور!

ناظرین پر واضح ہو کہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ فلاں وقت میں پطرس رسول نے غیر اقوام میں تبلیغ نہ کرنے کے واسطے کچھ کہا تھا مگر اس ڈاکٹر کی شامت[۲] ملاحظہ فرمائیے کہ کس بیباکی سے چیختا چلاتا ہے ہم اسکو بتائے دیتے ہیں کہ ایک وقت میں پطرس ضرور اس بات کا حامی ہوا۔ کہ غیر اقوام سے الگ رہنا چاہئیے۔

کلسیا کی تواریخ مصنفہ ریونڈ جیمز جی ڈی ڈی ترجمہ پادری ای ایم ویری صاحب ڈی ڈی کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے۔

"یروشلم کے جلسہ عام کے بعد باقی رسولوں کی تاریخ کی نسبت بہت تھوڑی خبر ملتی ہے پطرس کی بابت معلوم ہے کہ وہ انطاکیہ کو گیا اور یہودیوں کی مخالفت[۳] کے خوف سے وہ غیر اقوام والے مسیحیوں سے الگ ہو گیا جسکے لئے پولوس نے اسکو ملامت کیا پھر ذرا آگے لکھا ہے جیسا پولوس غیر قوموں کا رسول ہوا ویسا پطرس یہودیوں کا خاص رسول ہوا جو غیر ممالک میں تتر بتر ہو گئے تھے چنانچہ وہ روایتیں جن کے مطابق نیرو کے آخری ایام میں وہ روم کو گیا اور قریب اسوقت کے کہ جب پولوس شہید ہوا وہ بھی شہید ہو گیا۔"

پس ہم نے ثابت کر دیا کہ مولوی صاحب نے حق اور سچ کہا لہذا وہ سب کچھ جو آپ نے مولوی صاحب کی شان میں لکھا وہ آپ ہی کی تعریف ثابت ہوئی اور ہمنے آپکی بہت رعایت کی کہ پراٹسٹنٹ علماء کی تواریخ

---

۱ بھلا اس بیچارے مسیحیت کے مذہب سے ناواقف آدمی کو کیا معلوم ہو کہ عیسائی لوگ متی ۱۰/۵ اور ۲۸/۱۹ کی تطبیق کس طرح کر کے معترضین کو کیا جواب دیا کرتے ہیں کاش کہ یہ شخص کچھ تو واقفیت بہم پہنچا کر تحریر کرتا

۲ و ۳ فقرات صرف ان ہر دو علماء مسیحیت نے بوجہ پراٹسٹنٹ چرچ کے ممبر ہونے کی لکھے ہیں جنکا ظاہری ثبوت کچھ نہیں رکھتے

مصنف کے حوالے لکھے اگر رومن کلیسیا کی تواریخ کو مدنظر رکھکر آپکی غلطیوں پر سے پردہ اٹھایا جاتا۔ تو پھر آپ اپنے آپکو اکسٹریم انکش[۱] کرتے ہوئے نظر آتے۔

اب ہم دیکھینگے اور منتظر رہینگے کہ آپ ہمارا کیا جواب لکھتے ہیں یا بے فائدہ پیام پرچہ کے چند اوراق کو سیاہ کرنیکا ٹھیکہ لیتے ہیں۔

آخر میں ہم پوچھتے ہیں کہ آپنے جو یہ لکھا دربارِ خلافت سے خوشامدیوں کو تمغہ ملتا ہے یہ کس سند اور کس تہذیب کو مدنظر رکھکر لکھا یہ کہکر اس شخص نے ہم کو اپنے قلب کی حالت دکھلادی اور ہم کو بہت افسوس آیا اور یقین کرلیا کہ امن کے شاہزادہ عمانوئیل کے ساتھ اس شخص کی عداوت حد کو پہنچگئی۔ مگر ہم ناظرین کی خدمت میں ایک معمولی سے معمولی واقعہ پیش کر کے یہ دکھا دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے خیال میں کسقدر سچّا ہے اور ضد لغض۔ کینہ میں کسقدر ریکّا ہے۔

راقم مضمون ایک نومسلم ہے چند ایک خطوط کے اخیر میں جو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں اسنے تحریر کئے بلحاظ ادب صرف یہ لکھا کرتا تھا حضور کا غلام یا آپکا غلام۔ حضرت اقدس جو خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کے برحق خلیفہ ثانی ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

آپکے خطوں کے آخر میں ایک فقرہ ہوتا ہے جو پرانے زمانہ کے راجوں۔ نوابوں کو لکھتے تھے مجھے پسند نہیں ہم غریب لوگ ہیں سب عزت قادیان اور خدمت میں ہے ایسے الفاظ بادشاہوں کو مبارک ہوں میری طبیعت سادگی پسند ہے۔

پس وہ جو سعید نے مردانیوں سے انکے جھوٹ کی نسبت کہا تھا کہ جھوٹ بولتے ہیں وہی انکی دہی ہم اس پیامی کو اسکے اس جھوٹ کے جواب میں کہتے ہیں کہ خوشامدیوں کو تمغہ ملتا ہے نہیں۔ بلکہ ناراضگی کا تمغہ ملتا ہے اور سادگی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

اس حسد اور بغض و کینہ کا نتیجہ آپنے ابھی سے دیکھ لیا کہ آپنے ایک مضمون لکھا جس سے آپ کی بیعلمی الم نشرح ہوگئی اور پطرس خلیفہ ثابت ہوگیا پھیرے حسود تا بہ ہی) فالحمد للہ رب العٰلمین۔ فقط

جواب کا طالب۔ ایک نومسلم از قادیان

---

[۱] رومن کلیسیا میں بموجب یعقوب کے خط ۱۴ کے بیمار دنکو کلیسیا کے بزرگونکی حاضری میں آخری مالش کرنیکا دستور ہے یہ دستور اگرچہ تمام کلیسیاؤں میں ہے مگر عملاً مخصوص رومن کلیسیا میں زیادہ تر رائج ہے۔

فہرست کتب

(ماہ اگست میں) (خاص رعایت)

نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصل	قیمت رعایتی
مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ	۱۰/	۵/	مجموعہ الہامات حصہ اول وکشوف	۴/	
مسیح بیان نظم پنجابی	۲/	۱/	حضرت اقدسؑ " دوم	عہ/	
احسن القصص	۲/	۱/	" سوم	۴/	
در ثمین فارسی	۸/	۴/	کسر صلیب ۱	۱/	۱/
در ثمین اردو	۸/	۸/	کسر صلیب ۲	۱/	۰/
در ثمین مکمل	۸/		مکتوبات احمدیہ حصہ اول	۸/	۴/
مبادی الصرف	۲/	۱/	" دوم	۸/	۶/
درس قرآن شریف کے نوٹ	حہ/	لعہ/	" " سوم	۸/	۶/
ابطال الوہیت مسیح	لہ/	۳/	خطبات نور حصہ اول	۱۰/	عہ/
ادعیۃ الاحادیث	۱/	۳/	" " دوم	۸/	
صادقوں کی روشنی	۴/	۴/	ہدایات دربارہ معاملات	۲/	۱/
طبیب روحانی	۲/	۱/	کلام محمود	۴/	۲/
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی	۱/	۰/	ضرورت زمانہ	۸/	۶/
القاء ربانی	عہ/	۶/	احمد	۱/	۰/
البلاغ المبین	۱/	۳/	چمکار محمدی	۸/	۴/
خصوصیات مسیح موعود	۱/	۰/	چمکار مہدی	۲/	۱/
ادعیۃ القرآن	۲/	لہ/	احمدی عقائد	۰/	۰/
نشان رحمت	۱/	۲/	الوصیت پر ایک نظر	۰/	۰/
نماز مترجم	۰/	۰/	سورگھ سیدھ	۱/	۱/
غلامی	۵/	۳/	چیستان مرزا کا حل	۳/	۱/
عصمت الانبیاء	۱۰/	۷/	اسلام	۳/	۲/

بقایادار توجہ فرماویں

تشحیذ کے خریداروں میں سے بعض احباب ایسے ہیں جنھوں نے ابھی تک ۱۴ ۱۹ء کا چندہ بھی ادا نہیں فرمایا پھر ایسے بہت ہیں جنکے نام ۱۵ ۱۹ء کا چندہ پیشگی وصول کرنے کیلئے فروری میں وی پی کیے گئے اور واپس آئے پھر اب ماہ جولائی میں انکے نام وی پی کیئے گئے اور وہ بھی واپس آئے یہ بہت قابل اعتراض طرز عمل ہے اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ تشحیذ فنڈ بہت کمزور ہوگیا ہی اور دسمبر تک اخراجات کا چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے ایسے تمام احباب کے نام کارڈ بھی بھیجے گئے تا کہ وہ چندہ سالانہ ادا کرنیکا وقت بتائیں مگر دوستوں نے جواب تک نہیں دیا۔ جو لوگ اس قسم کے تساہل کے عادی ہیں وہ صرف تشحیذ ہی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ بلکہ وہ دوسرے خوش معاملہ خریداران تشحیذ کی بھی حق تلفی کرتے ہیں کیونکہ اس طرح رسالہ کے چھپنے میں مشکلات پیش آجانے کا غالب احتمال ہے۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ حقوق العباد کو پہچان کر اپنے اپنے ذمہ کا بقایا چندہ ادا فرماکر بروقت امداد کریں۔ ہم اپنی طرف سے تشحیذ کو عمدہ اور نافع اور دلچسپ بنانے میں محنت اور کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور زاید خرچ کرکے مقررہ حجم سے زیادہ پر رسالہ نکالتے ہیں۔ یہ رسالہ بھی ۵۲ صفحے کا ہے بجائے ۴۰ صفحے کے پھر مضمون بھی ایسا جامع ہے کہ احمدیہ لٹریچر میں (حضرت اقدس ع کی کتابوں کے بعد اسکی نظیر مشکل سے ملیگی۔ احباب خریداروں کے بڑھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے تو کم ازکم جو بقایا انکے ذمے ہے وہ تو ادا کریں اور جہاں سلسلہ کے اور اخبار خریدتے ہیں وہاں اپنے امیر و مطاع کے جاری کردہ رسالہ کو آیندہ جاری رکھنے میں ساعی ہوں۔ کیونکہ موجودہ صورتحال خطرناک ہے سارا سال رسالہ وصول کرتے رہنا اور مطالبہ کے وقت کہنا کہ بند کردو احمدیت کے خلاف ہے۔

میںنجر تشحیذ الاذہان قادیان

انجمن تائید اسلام لاہور - کا تازہ ٹریکٹ پہنچا جس میں وہ خط و کتابت درج ہے جو اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سکرٹری انجمن احمدیہ اور میاں پیر بخش صاحب تائید اسلام لاہور کے مابین مناظرہ کے متعلق ہوئی اس خط و کتابت سے صاف ظاہر ہے کہ ہم ہر طرح سے مباحثہ کرنے کو تیار تھے - مگر مدمقابل کو جرأت نہیں ہوئی اسلیے وہ عذر تلاش کرتا ہے اگر کچھ زعم ہے تو کیوں مقابل پر نہیں آتے

مجرب نسخے

سفوف مقوی دماغ و مقوی معدہ و دافع قبض و ہاضم طعام و کاسر ریاح و دافع قراقر و نفخ شکم کے لئے نہایت مفید ہے قیمت ڈبیہ خورد ۱۲ ار ڈبیہ کلاں عہ

اکسیر چشم - آنکھوں کی سرخی خارش اور ککرے جالا پھولا دھند اور آنکھوں کی گرمی کو دور کرتا ہے قیمت شیشی خورد ۸ر شیشی کلاں عہ

مرہم زنگاری - ناسور کہنہ اور ہر ایک قسم کے گندے پھوڑے اور زخموں اور گنج اور خارش کیلئے نہایت اکسیر ہے قیمت ڈبیہ خورد ۸ر ڈبیہ کلاں ۱۲ ار

پتہ - تشحیذ - قادیان ضلع گورداسپور

سلسلہ احمدیہ میں ایک نئی جامع تصنیف

حجج احمدیہ

(ظہور المہدی)

اس کتاب میں جو ۳۵۲ صفحے حجم کی ہے - نہایت شرح و بسط سے احمدیوں کے تمام عقائد امنت باللہ سے لے کر یوم الآخر تک درج ہیں - اور حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا پورا پورا ثبوت ہے قیمت بجائے دو روپے آٹھ آنہ (۸/۲) کے سوا روپیہ عہ

ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ قوت کی گولیاں

طاقت دینے والی دوائیوں میں مشہور دوائیں فاسفورس اسٹانیا اور ڈبیانہ ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں اور اسلئے مغز ہڈی رگ ۔ گوشت اور خون کو طاقت بخشنے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں ۔ اسکے استعمال سے بھوک بڑھتی ہے اور قوت ہاضمہ کی خرابی کو ایک ہی دو دن میں دور کر کے طبیعت کو بشاش اور جوانی کی بے اعتدالیوں وغیرہ سے چہرہ کی چمک جاتی رہی ہو تو تین ہفتے میں یہ گولیاں شکستہ جسم کو توانا بنا دیتی ہیں **اگر آپ آزمائش کرنا چاہتے ہیں** تو ایک لفافہ میں نصف آنہ کا ٹکٹ اور دس شریف لکھے پڑھے اشخاص کا نام و پورا پتہ لکھکر ساتھ ہی اسکے اس اشتہار کو کاٹ کر بھیجدیجئے **نمونہ مفت** بذریعہ ڈاک کے بھیجدیا جائے گا قیمت تیس گولیوں کی ایک شیشی عہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ ر دوائیاں ہر جگہ ملتی ہیں ۔

آئی اوڈائڈز ڈسالسہ

گرمی و گٹھیا کی وجہ سے جسم میں چکتا کا ہونا زخم ہونا ۔ درد پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا نالی قبض کیوجہ سے خون خراب ہو گیا ہو ۔ ان کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ آزمودہ ادویات دیگر بنا ہے اسلئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنے والا ہے اور اسکے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے کھانے پینے میں کسی طرح کا روک ٹوک نہیں فہرست منگا کر ملاحظہ فرمایئے فی شیشی عاہر ڈاک محصول ۶ ر

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سلیے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے اور بچہ سے ضعیف تک اسکے فائدہ سے آگاہ ہے یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے اسکے چار یا پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے اور خون کو گاڑھا بنا کر قوی کو مضبوط کرتی ہے قیمت شیشی کلاں ۱۴ ر شیشی خورد ۸ ر محصول ۶ ر ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ